

سبحان اللہ و تعالیٰ
مولا محمد و آلہٗ الطیبین علیہم السلام

نیمہ کے مسائل کا

تحتیما میں سیر

انقلد

منافس الامام ترمذی و سائر مشائخ اہل سنت

حضرت علامہ ابو یوسف محمد بن عیسیٰ بن عقیل
رحمۃ اللہ علیہ

مدظلہ العالی

کرمانی پبلشرز

Naife Islam

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَافِيسِ اسْلَامِ

مکتبہ اعلیٰ حضرت

در بار مارکیٹ لاہور

042-7247301=0300-8842540

حُبُّ الْحَقِّ وَهَقُّ الْبَاطِلِ أَوَّلُ الْبَطْلَانِ كَانِ حَقُّوًا
 حق آیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا

تحت محاسبہ

شیخ کے
 ۲۲ سوالات
 کا

مصنف

مناظر امام ترجمان مسک رضا مبلغ اہل سنت

حضرت علامہ ابو یوسف محمد کا اقبال قادری

مُدَّ ظِلُّهُ الْعَالَمَاتِ

کرمانوالہ ہیک شاپ

دوکان نمبر ۳۰ دربار عمارت لاہور

Ph: 042 7249 515

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ

وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ

عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى

آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى

إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ

إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ

بقیضانِ کرم

حضرت سید السادات پیر محمد عمیل شاہ بخاری

المرکز حضرت کرم اللہ
آستانہ عالیہ
حضرت کریم اللہ شریف
الکے

شیم بان ولایت
حضرت سید محمد علی شاہ بخاری

منعہ بر لایت
حضرت سید محمد عثمان علی شاہ بخاری

حضرت پیر غنیفر علی شاہ بخاری

حضرت پیر سید مصم شاہ بخاری

حضرت پیر
کرم

سید میر طیب علی شاہ بخاری

تیارہ نشین حضرت کریم اللہ شریف

پیراوی

حاجی انعام اللہ پٹی نقشبندی برکاتی

جملہ مقوق محفوظ ہیں

پیراوی

سید اللہ برکت
سیف اللہ برکت

قیمت 40 روپے

اشاعت نومبر 2007



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حق مذہب صرف اہل سنت و جماعت ہے۔ اس کے سوا تمام فرقے باطل عقائد و نظریات کے حامل ہیں مذہب اہل سنت سے وابستگی میں ہی ایمان کی سلامتی ہے اس پر فتن دور میں ایمان کے ڈاکو مختلف طریقوں سے ایمان کی دولت سے اہل اسلام کو مجروح کرنے کیلئے اپنی کوششوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ عوام الناس کے قلوب میں مختلف لالینی سوالات سے تذبذب پیدا کرتے رہتے ہیں۔ بحمد اللہ علمائے اہل سنت نے ہر باطل فرقے کو منہ توڑ جواب دیا ہے، شیعہ کی تردید میں بھی علمائے اہل سنت نے بڑا تفصیلی کام کیا ہے۔ بالخصوص شیخ الحدیث مولانا محمد علی صاحب آف لاہور نے تقریباً سترہ جلدوں پر مشتمل مذہب شیعہ مع دیگر کتب تحریر فرمائی ہیں۔ جو قابل مطالعہ ہیں۔

عزیز القدر محمد بلال سلمہ اللہ المولیٰ آف کوا آئہ نے شیعہ کے بائیس سوالات راقم کو ارسال کیے، کہ ہمارے علاقہ میں شیعہ اس پر بڑا شور ڈال رہے ہیں کہ ان سوالات کے جوابات کوئی نہیں دے سکتا۔ عزیزم نے خواہش ظاہر کی، کہ آپ ان کے منہ توڑ جوابات تحریر کریں۔ سو راقم الحروف نے دیگر تصنیفی مصروفیات کے باوجود اختصار کے ساتھ ان سوالات کے جوابات لکھ دیئے ہیں اور اس کا نام تحقیقی محاسبہ رکھ کر افادۂ عام کیلئے رسالہ کی شکل میں شائع کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ راقم نے کچھ عرصہ قبل سیدنا امیر معاویہ پر بعض اعتراضات کے جوابات تحریر کیے تھے۔ یہ سوالنامہ سرگودھا کے کسی صاحب نے ارسال کیا تھا۔ وہ بھی شائع کر رہے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ اسے اپنے محبوب مکرم ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین!

پیر طریقت رہبر شریعت حضرت مولانا صاحبزادہ محمد غوث رضوی صاحب مدظلہ العالی نے بھی اس کی اشاعت پر تحسین فرمائی۔ مولیٰ تعالیٰ ان کو بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

بخدمت مناظر اسلام علامہ محمد کاشف اقبال مدنی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں خیریت سے ہوں اور حضور والا کی خیریت مولیٰ تعالیٰ سے مطلوب ہوں۔ حضور والا! ہمارے علاقہ میں ایک شیعہ چند سولات لیے پھرتا ہے اور اس پر بڑا شور ڈالتا ہوا کہتا ہے کہ ان کے جوابات کوئی مولوی نہیں دے سکتا۔ ہمارے علاقہ کے دیوبندی، وہابی بھی اس کے سامنے بے بس ہو چکے ہیں۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ میں اپنے حضرت صاحب سے بات کروں گا۔ اور وہ انشاء اللہ مولیٰ ان سولات کے جواب میں ضرور قلم اٹھائیں گے۔ آپ براہ کرم ان سولات کے جوابات اپنے مناظرانہ انداز میں تحریر فرمادیں تاکہ اہل سنت کا بول بالا ہو اور باطل کا منہ کالا ہو۔

حضور والا! میری آپ سے یہ التماس بھی ہے آپ کے تحریر کردہ جوابات الگ رسالہ کی شکل میں یا ماہنامہ نور ایمان میں شائع بھی ہو جائیں تو عوام و خاص سب کا بھلا ہوگا۔ اس سے عوام اہل سنت کو ان مسائل سے واقفیت حاصل ہوگی اور شیعہ کے رد کرنے کی جرات بھی، کیوں کہ آپ کے جوابات تحریر کردہ اہل سنت کیلئے ڈھال اور ان کیلئے شمشیر بے نیام کا کام کریں گے۔
والسلام!

محمد بلال رضا

ر، ب/ ۲۲۹ کوآئہ تحصیل جڑانوالہ ضلع فیصل آباد

سوال نمبر ۱:

تاریخ شاہد ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ سے مکمل طور پر بایکات کر لیا تھا۔ اس بایکات کا عرصہ تین سال کا ہے۔ حضرت ابوطالب تمام بنی ہاشم کو شعب ابوطالب میں لے گئے تھے۔ یہ تین برس کا عرصہ بنی ہاشم نے نہایت عسرت اور کھن تکالیف سے گزارا۔ ان تین سال کے دوران حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کہاں تھے۔ اگر یہ بزرگ مکہ میں ہی تھے تو انہوں نے حضرت کا ساتھ کیوں نہ دیا اور اگر شعب ابی طالب میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ نہ جاسکتے تو کیا کسی وقت ان بزرگوں نے آب و دانہ ہی کی کوئی آنحضرت ﷺ کی مدد کی ہو۔ جب کہ کفار مکہ میں سے زبیر بن امیہ بن مغیرہ نے پانی اور کھانے پہنچانے اور عہد نامہ کو توڑنے پر دوستوں کو آمادہ کیا۔

سوال نمبر ۲:

حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا انتقال بقول اہل سنت جناب رسول خدا ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال اڑھائی برس رسول خدا کے بعد اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کو انتقال کیا تو کیا وجہ تھی کہ ان دونوں بزرگوں کو جو کافی عرصہ کے بعد انتقال کرتے ہیں، روضہ رسول میں دفن ہونے کیلئے جگہ مل گئی اور رسول خدا ﷺ کی اکلوتی بیٹی سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا مادرِ حسنین کو باپ کے پاس قبر کی جگہ نہ مل سکی۔ کیا خود بتول رضی اللہ عنہا نے باپ سے علیحدگی قبر کی وصیت کی تھی یا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکومت وقت کی پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا یا مسلمانوں نے بضعتہ الرسول کو قبر رسول کے پاس دفن نہ ہونے دیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سوال نمبر ۳:

دعوتِ ذوالعشیرہ کے موقع پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے وعدہ نصرت کیوں

فرمایا۔ کیا یہ دونوں بزرگ دعوت ذوالعشیرہ میں شامل تھے۔ اگر شامل نہ تھے تو یہ دونوں رسول اللہ کچھ بھی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔

سوال نمبر ۴:

جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بقول اہل سنت تمام امت محمدیہ سے افضل ہیں تو بوقت مواخات یعنی جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کیوں نہ اپنا بھائی بنایا جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ آنحضرت نے دعوت ذوالعشیرہ اور مدینہ منورہ میں تشریف لانے پر بوقت مواخاة فرمایا: يَا عَلِيُّ اَنْتَ اَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔ انصاف مطلوب ہے۔

سوال نمبر ۵:

اہل سنت کی حدیث کی کتابوں میں حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ ابن عمر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہم سے کثرت سے احادیث پیغمبر مروی ہیں کیا وجہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاطمہ زہرا، حضرت امام حسن مجتبیٰ اور امام حسین رضی اللہ عنہم سے احادیث کثرت سے بیان نہیں ہوئیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نور نے فرمایا: اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا نِزَاعِلِمُ بیان امتی علی بن ابی طالب وغیرہ احادیث کثرت سے ملتی ہیں۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے کا موقع کم ملا تھا۔

سوال نمبر ۶:

اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حکومت وقت سے اختلاف نہ تھا تو ان تینوں حکومتوں کے دور میں کسی جنگ میں شریک کیوں نہ ہوئے جبکہ کفار سے جنگ کرنا بہت بڑی عبادت و سعادت ہے۔ اور اگر کثرت افواج کی وجہ سے ضرورت محسوس نہ ہوئی تو جمل، صفین اور نہر ان کی جنگوں میں کیوں بہ نفس نفیس ذوالفقار کو نیام سے نکال کر میدان میں اترے۔ کیا حکومت نے سیف اللہ کا خطاب دینا کسی اور کو مناسب سمجھایا خالد بن ولید حضرت علی رضی اللہ عنہ

سے زیادہ شجاع اور بہادر تھا۔ نیز تعلقات اچھے ثابت کرتے ہوئے تاریخ طبری سے دو مکالمے جو مولانا شبلی نعمانی نے کتاب الفاروق صفحہ ۲۸۵ پر نقل کیے ہیں پیش نظر رہیں۔
حضرت عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دونوں مکالمے پڑھیں۔

سوال نمبر ۷:

اگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو بقول عام ملاں کے شیعوں نے ہی شہید کیا تو اہل سنت نے امام مظلوم کی مدد کیوں نہ کی جب کہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں کی تعداد میں اہل سنت موجود تھے۔ (الفاروق ۱۱۲)

سوال نمبر ۸:

اگر حسین کتاب اللہ کہنا ایک امتحان کا جواب تھا جو بزرگ نے درست دیا، تو اسی واقعہ قرطاس میں اس بزرگ نے کس سیاست کے تحت ارشاد فرمایا کہ اس مرد کو ہدیان ہو گیا ہے۔ (دیکھو بخاری)

سوال نمبر ۹:

کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کی بھی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ پیغمبر کے انتقال پر امت نے اپنے نبی کے جنازہ پر خلیفہ کے انتخاب کو فوقیت دی ہو۔
اگر ایسی کوئی مثال ماسلف میں نہ ملے تو امت مصطفیٰ نے ایسا کرنا کیونکر مناسب سمجھا۔

سوال نمبر ۱۰:

کیا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی کا واقعہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ جس کے انتقال پر ملال پر اس کا تمام ترکہ صدقہ ہو گیا ہو۔ اور امت نے صدقہ سمجھ کر آپس میں تقسیم کر کے اُس کی اولاد کو باپ کے ورثہ سے محروم کر دیا ہو۔ اور اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ صدقہ ہی تھا تو ازواج رسول کے گھروں میں کچھ تو رسول اللہ کا مال ہوگا۔ کیا

یہ ازواج رسول نے رسول اللہ کے مال کو صدقہ تسلیم کر کے وہ مال حکومتِ وقت کے حوالے کر دیا تھا۔ کیونکہ صدقہ اہل بیت پر حرام ہے اور ازواج رسول کو اہل بیت میں اہل سنت شمار کرتے ہیں تو صدقہ ان کے لیے کس طرح حلال ہو گیا۔ جواب با صواب ہونا چاہیے۔

سوال نمبر ۱۱:

قرآن پاک میں قدرت کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا وَ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَهُ وَ أَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔ (پارہ ۵ رکوع ۱۰)

”اور جو کوئی مار ڈالے مسلمان کو جان کر پس سزا اس کی دوزخ ہے ہمیشہ رہنے والا سچ اس کے اور غصہ ہوا اللہ اوپر اس کے اور لعنت کی اس کو اور تیار رکھا ہے واسطے اس کے عذاب بڑا“۔ (ترجمہ رفیع الدین)

فرمادیں اگر ایک آدمی مومن کو عمدہ قتل کرنے والا اس سزا کا مستحق ہے تو جمل و صفین اور نہروان میں فریقین کے کل میزان ستاون ہزار آٹھ سو ساٹھ قتل شہید ہوئے۔ ان کے قاتلوں کے بارے میں کیا خیال ہے۔ کیا کلام پاک کی مندرجہ بالا آیت سے یہ لوگ مستثنیٰ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا قانون اعلیٰ، ادنیٰ کے لیے یکساں ہے تو خلیفہ وقت کی مخالفت کر کے مسلمانوں کا قتل عام کرانے والے قیامت کو کس جگہ تشریف لے جائیں گے۔ غور تو کرو۔

سوال نمبر ۱۲:

کلام مجید شاہد ہے:

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى الْإِنْفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ۔ (پارہ ۱۱ رکوع ۲)

”اور ان لوگوں سے کہ گرو تمہارے ہیں بادیہ نشینوں سے منافق ہیں۔ اور بعضے

لوگ مدینہ کے بھی سرکشی کرتے ہیں اور نفاق کے تو نہیں جانتا ان کو ہم جانتے ہیں ان کو شتاب عذاب کریں گے ہم ان کو دو بار پھر پھیرے جاویں گے طرف عذاب بڑے کے۔ (ترمذی، رفع الدین)

اس آیت کریمہ سے ثابت ہے کہ مدینہ منورہ میں بھی رسول خدا ﷺ کے زمانے میں منافق لوگ تھے۔ اس کے علاوہ تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ مدینہ الرسول ﷺ میں کثرت سے منافقین رہا کرتے تھے۔ انتقالِ مصطفیٰ کے بعد مسلمانوں میں دو پارٹیاں معرضِ وجود میں آئیں۔ ایک حکومت کی پارٹی دوسری بنی ہاشم کی پارٹی۔ ارشادِ فرمادیں کہ منافقین کس پارٹی میں شامل ہو گئے تھے۔ جو لوگ رسول اللہ کے زمانے میں منافق تھے۔ انتقالِ رسول کے بعد ان منافقین کو آسمان نے اٹھالیا یا زمین نگل گئی یا تمام منافقین حکومت سے تعاون کرتے ہی فرشتے اور نیک ہو گئے تھے۔ ان منافقین کی نشان دہی تو کرو کہ وہ کہاں گئے جب کہ تاریخ شاہد ہے کہ ان دو پارٹیوں کے علاوہ کوئی تیسری پارٹی ہی نہ تھی۔ تحقیق ضروری ہے۔

سوال نمبر ۱۳:

اہل سنت والجماعت کا دین چار اصولوں پر مبنی ہے:

(۱) قرآن مجید، (۲) حدیث، (۳) اجماع، (۴) قیاس۔

سفیفہ کی کاروائی کو پیش نظر رکھ کر ارشادِ فرمادیں کہ خلافت ثلاثہ قرآن مجید اور حدیث سے ثابت ہے یا کہ اجماعی خلافت ہے۔ اگر اجماعی خلافت ہے تو بمطابق قرآن لَا دُطْب وَلَا يَكُيْسُ إِلَّا فِیْ كِتَابٍ مُّبِیْنٍ۔ (پارہ ۷، رکوع ۱۳) پر غور فرما کر ارشادِ فرمادیں کہ انہوں نے قرآن پاک سے اپنی خلافت کو کیوں نہ ثابت کیا جب کہ قرآن مجید میں ہر خشک و تر کا ذکر موجود ہے۔

سوال نمبر ۱۴:

اگر کوئی خلیفہ وقت کو نہ مانے اور اس کی علی الاعلان مخالفت کرے تو اس کی سزا کیا

ہے۔ مگر یاد رہے کہ بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور معاویہ رضی اللہ عنہ نے تو خلیفہ وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگیں کی ہیں اُن کے واقعات جنگ کو پیش نظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرماویں کہ خلیفہ رسول کی مخالفت کرنے والے کی سزا کیا ہے۔ انصاف مطلوب ہے۔

سوال نمبر ۱۵:

اصول فلسفہ ہے کہ کسی ایک چیز کے متعلق اگر دو آدمی آپس میں جھگڑا پڑیں تو دونوں جھوٹے تو ہو سکتے ہیں مگر دونوں سچے نہیں ہو سکتے جب ایسا ہے تو جمل، صفین کے طریقین کے بارے میں دونوں کس طرح سچے ہوئے۔ جو صاحب غلطی پر تھے ان کی نشان دہی تو کرو کہ فلاں بزرگ سے خطا ہوئی۔ کیا قاتل و مقتول دونوں جنت میں جائیں گے۔ استغفر اللہ!

سوال نمبر ۱۶:

جناب رسول خدا ﷺ نے کئی بار فرمایا:

يَا عَلِيُّ اَنْتَ وَشِيعَتُكَ هُمُ الْفَائِزُونَ۔

”اے علی تو اور تیرے شیعہ ہی نجات یافتہ ہیں۔“

تو کیا ایسی کوئی حدیث حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی حضرات کے لیے بھی مل سکتی ہے؟ اگر نہیں تو دیوبندی، بریلوی، نجدی حضرات کے لیے ہی تلاش کر کے اطمینان دلا دیجئے۔

سوال نمبر ۱۷:

بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا کے تعلقات اور ارشادات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں خلافت عثمان کے وقت کیا تھے۔ کیا بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ لوگو اس بڑھے نعل کو قتل کرو۔ خدا اسے قتل کرے۔ اگر ایسا ارشاد فرما کر آپ مکہ تشریف لے گئیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت ظاہری کو کس کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کس طرح انہوں نے مظلوم تسلیم کر لیا۔ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ذاتی رنجش نہ تھی کہ مسلمانوں کو جمع کر کے بصرہ

پہنچ کر جنگ کرنے پر میدان کارزار میں اتر آئیں۔ کیا یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ تھا یا علی رضی اللہ عنہ سے دیرینہ دشمنی کا نتیجہ ہے۔

سوال نمبر ۱۸:

مسلمانوں کے چار امام ابوحنیفہ، شافعی، مالک اور احمد بن حنبل علیہم السلام کیا نص سے ان کی امامت ثابت ہے یا حکومت وقت کی پیداوار ہے۔ اور چار مصلے جو خانہ کعبہ میں رکھے گئے تھے وہ کھن شرعی حکم سے حکومت نے رکھے تھے۔ سنا ہے اب دو مصلے اٹھا بھی دیے ہیں۔ اور اگر خدا رسول کے حکم سے رکھے تھے تو چاروں مصلے کس کے حکم سے اٹھائے گئے تھے۔ اور اگر یہ مصلے حکومت نے رکھے تھے۔ تو کیا یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کی امامت حکومت کی سرہون منت ہے۔

سوال نمبر ۱۹:

اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو نہ ماننے والا جنہی ہے تو اس بی بی کا قاتل کیوں کر رضی اللہ رہ سکتا ہے۔ مہربانی کر کے تاریخ اسلام جلد ۲ صفحہ ۴۴ نجیب آبادی وغیرہ ملاحظہ کر کے فتویٰ صادر فرمادیں۔

سوال نمبر ۲۰:

رسول اللہ کے زمانہ حیات ظاہری میں تمام صحابہ سے شجاع کون بزرگ تھے۔ اور سب سے زیادہ عالم کون تھا۔ سب سے زیادہ سخی کون تھا۔ اور صحابہ سے زیادہ عبادت گزار کون تھا۔ اگر آپ کسی بزرگ کو شجاع ثابت کرنا چاہیں تو ارشاد فرمادیں کہ اس بزرگ نے جنگ بدر، احد، خندق، خیبر وغیرہ میں کتنے کافر قتل کیے تھے۔ اور اگر اشد علی الکفار کسی کو ثابت کرنا ہی ہے تو اس بزرگ کا اپنا ارشاد بھی زیر غور رہے کہ انہوں نے حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی کہ آپ مجھے مکہ نہ بھیجیں۔ کیونکہ میرا کوئی مکہ میں حامی نہیں ہے آپ عثمان کو بھیج دیں۔ کیونکہ اس کے حامی مکہ میں موجود ہیں۔ یہ بھی ارشاد فرمادیں کہ اشد علی الکفار نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتنے کافر قتل کیے۔ اور اپنے دور حکومت

میں اپنی تلوار سے کتنے مشرک مارے۔

سوال نمبر ۲۱:

کیا کوئی روایت بخاری، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد، نسائی ان کے علاوہ مشکوٰۃ اور موطا امام مالک۔ یعنی ان آٹھ کتابوں میں مل سکتی ہے کہ حضرت علی الرضی، امام حسن، امام حسین، امام علی زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی، امام علی نقی، امام حسن عسکری اور امام صاحب العصر والزمان رضوان اللہ عنہم اہل سنت والجماعت کے امام ہیں۔ اگر نہیں تو اپنے بارہ اماموں کے نام بتلائیں جب کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

عن جابر ابن سمرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
يقول لا يزال الاسلام عزيزاً الى اثني عشر خليفة كلهم من قريش۔

(مشکوٰۃ)

کیا آپ کے بارہ امام وہی تو نہیں جن کو تاریخ الخلفاء صفحہ ۸ اور شرح فقہ اکبر صفحہ ۷۷ وغیرہ نے بیان کیا ہے اور ان میں چھنا یزید ابن معاویہ ہے مگر حدیث من مات مات ولم يعرف امام زمانیہ فقد مات میتة الجاهلیة صفحہ ۷۷ منصب امامت کو دیکھ کر جواب دیں۔

سوال نمبر ۲۲:

کیا کسی آدمی کو دین میں کمی بیشی کرنے کا اختیار اور حق ہے۔ اگر نہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا الصلوٰۃ خیر من النوم، نماز تراویح باجماعت، چار تکبیروں پر نماز جنازہ، متعہ کو حرام قرار دینا، تین طلاق کو جو ایک ساتھ دی جائیں طلاق بائن قرار دینا اور قیاس کو اصول قائم کرنا کہاں تک درست ہے۔ اور کیا یہ صراحتہ داخلہ فی الدین نہیں ہے جو ناجائز اور حرام ہے۔

خادم الثقلین

غلام حسین عفی اللہ عنہ

الجواب بعون الوهاب

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن
الرجیم - بسم اللہ الرحمن الرحیم -

استفتاء کے ساتھ ملحقہ فوٹو کا پی پر مذکور سوالات پر شور ڈالنے والا اور اس کا لکھنے والا
جاہل ہی نہیں اجہل اور بددیانت ہے اس کی نہ صرف ائمہ محدثین و سیر کی کتب سے بے خبری
ہے بلکہ خود اپنی کتب شیعہ سے بھی جاہل ہے۔ ہم اس کے سوالات کے اختصار کے ساتھ
جوابات نقل کرتے ہیں۔

۱۔ شعب ابی طالب کے واقعہ میں شیخین کریمین (حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر)
رضی اللہ عنہما کی عدم شرکت کا دعویٰ ہی باطل و مردود ہے اس لیے کہ اس نے اپنے گمان فاسد سے
یہ تحریر کیا ہے اس نے اپنے دعویٰ کی دلیل میں کوئی صریح سند صحیح روایت نقل نہیں کی ہے۔
اس لیے کہ ائمہ نے شعب ابی طالب کے حالات بیان فرماتے ہوئے صراحت کے ساتھ
ذکر کیا ہے کہ جب سرکارِ دو عالم ﷺ کی ایذا رسانی پر قریش مجتمع ہو گئے اور انہوں نے ایک
صحیفہ (عہد نامہ) لکھا، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی مشکل ترین وقت میں سرکارِ دو عالم
ﷺ کے ساتھ تھے اس وجہ سے جناب ابو طالب نے اس واقعہ کو بصورتِ شعر ذکر کیا ہے
جس میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ سرکارِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہونا صراحت کے
ساتھ مذکور ہے۔

وہم رجعوا سہل بن بیضا راضیا فسر ابو بکر بہا و محمد
جناب ابو طالب نے کہا: قبیلہ قریش نے سہل بن بیضا کو راضی کر کے واپس کیا ایک
جماعت قریش کی صحیفہ کے نقص اور توڑنے کے لیے کھڑی ہو گئی، ان میں سہل بن بیضا بھی

تھا۔ جنہوں نے ابھی قبول اسلام نہ کیا تھا بعد میں مسلمان ہوئے۔ پس اس بات پر حضرت محمد ﷺ بھی راضی ہوئے، اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مسرور ہوئے۔

(ازالۃ الخفاء ۲/۱۰ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی)

دیگر ائمہ محدثین نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے مذکور شعر کے ساتھ۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ (البدایہ والنہایہ ۳/۹۸، ہیرت ابن ہشام ۱/۳۷۹، الاستیعاب مع الاصابہ ۲/۹۲)

اس واقعہ کو شیعہ کے علماء نے بھی نقل کیا، مذکور شعر کے ساتھ۔ (تاریخ التواریخ ۵/۲۲۲) معلوم ہوا کہ شیعہ مذکور کا یہ اعتراض بر بنائے جہالت و خباثت ہے اس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

اختصار مانع ہونے کی وجہ سے ہم نے صرف سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہی ذکر کیا ہے یہ بات قابل غور ہے کہ شعب ابی طالب کے واقعہ کا سبب ہی حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا قبول اسلام تھا۔ (دیکھئے جبری ۲/۳۳۵، البدایہ ۲/۷۹، روضۃ الصفاء للشیخ میں یہی مذکور ہے ۲/۳۹) پھر دوسری بات یہ ہے کہ عدم ذکر عدم شے کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔ شیعہ کا یہ کہنا بغیر دلیل کے باطل و مردود ہے۔

2۔ شیعہ کے اس سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے سارے مذہب کا دار و مدار ہی اس کے فاسد قیاس پر ہے۔ دلیل پر نہیں ہے۔ حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے روضہ مبارک میں دفن نہ ہونے میں یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اس تدفین میں صحابہ کرام آڑے آئے، دونوں سرکار ابو بکر اور سرکار عمر رضی اللہ عنہما کی تدفین کی طرف اشارہ تو سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرما دیا تھا۔ ایک مرتبہ شیخین کریمین سرکارِ دو عالم ﷺ کے ارد گرد تھے ایک دائیں طرف دوسرے بائیں طرف دونوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم قیامت کے روز اپنی قبور سے اسی طرح اکٹھے اٹھیں گے۔ اوکا قال علیہ السلام۔

(جامع ترمذی ۲/۲۰۸، مشکوٰۃ ۱/۵۶۰، مستدرک ۲/۲۸۰، کنز العمال ۱۳/۱۷، مصابح السنۃ ۳/۱۶۳)

ہم نے تو سرکارِ دو عالم ﷺ کی معیت میں شیخین کریمین کی تدفین پر صریح روایت پیش کر دی ہے۔ اب تم اپنے موقف پر کوئی صحیح روایت لاؤ۔ مگر یہ تمہارے بس میں

نہیں ہے۔ کوئی روایت ایسی لاؤ کہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے روضہ مبارک میں تدفین کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ہی فرمایا ہو اور صحابہ کرام نے انکار کیا ہو۔ جب ایسی کوئی روایت نہیں ہے تو تمہارا اپنے قیاس فاسد سے جمع و تفریق کر کے عقیدہ باطلہ تیار کرنا باطل و مردود ہے جس چیز پر سرکار علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کی خاموشی و رضا ہے۔ تمہیں چودہ صدیوں بعد کیوں تکلیف پیدا ہو گئی ہے۔ گویا اعتراض ان جلیل القدر صحابہ کرام پر نہیں ہے بلکہ سیدہا خدا جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر ہے۔ اس سے ثابت ہو گیا تمہارا دعویٰ محبت اہل بیت جھوٹا ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ علیحدگی قبر کی وصیت دکھا دو بھی غلط ہے اس لیے کہ یہ نہ سہی تو تم وصیت روضہ مبارک میں تدفین ہی دکھا دو تمہارے قیاس فاسد سے کچھ ثابت نہیں ہو سکتا۔ پھر تمہاری شیعہ کی کتاب اعلام الوری صفحہ ۵۸ پر لکھا ہے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وصیت کے مطابق آپ کو پوشیدہ دفن کیا۔ کیوں شیعہ صاحب اب بولو تمہارا جھوٹ تمہارے اپنے گھر سے ہی ظاہر ہو گیا۔ پھر تمہارے مولوی نجم الحسن کراروی نے لکھا کہ حضرت سرکار علی رضی اللہ عنہ نے سرکار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنت البقیع میں لے جا کر دفن کیا۔ (چودہ تارے صفحہ ۲۵۲)

پھر شیخین کریمین کا روضہ مبارک میں دفن ہونے کی دلیل ایک اور ملاحظہ ہو۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ ہر شخص کی قبر وہاں بنتی ہے جہاں سے اس کا خیر تیار کیا جاتا ہے مولوی مقبول شیعہ منہا خلقنکم کے تحت لکھتے ہیں کہ کافی میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نطفہ جب رحم میں پہنچ جاتا ہے تو خدائے تعالیٰ ایک فرشتہ کو بھیج دیتا ہے کہ اس مٹی میں کہ جس میں یہ شخص دفن ہونے والا ہے تھوڑی سی لے آئے۔ چنانچہ فرشتہ لا کر نطفہ میں ملا دیتا ہے۔ اور اس شخص کا دل اس مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے۔ اس غیر حسی میلان کا ہر شخص کو پتہ نہیں لگ سکتا۔ جب تک کہ اس میں دفن نہ ہو جائے۔ (ترجمہ مقبول صفحہ ۳۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے اس کی ناف میں دہنٹی ہوتی ہے جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے اور جب وہ ارذل عمر

کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو وہ اسی مٹی کی طرف لوٹایا جاتا ہے، جس سے وہ پیدا کیا جاتا ہے۔
 حتیٰ کہ اس مٹی میں اس کو دفن کیا جاتا ہے۔ اور میں اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک ہی مٹی سے پیدا
 کیے گئے ہیں۔ اور اسی مٹی سے ہم اٹھائے جائیں گے۔ (فردوس الاخبار ۲/۲۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور
 ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ (فردوس الاخبار ۲/۳۰۵، کنز العمال ۱۱/۲۵۹)
 حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرح پوری روایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔
 (کنز العمال ۱۱/۲۵۸)

اس پر مزید دلائل محفوظ ہیں اختصار مانع ہے۔
 تو ان روایات احادیث سے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے روضہ مبارک میں دفن ہونے
 کی وجہ واضح ہو گئی۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سوا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین صاحبزادیاں اور
 تھیں۔ (اصول کافی)
 وہ بھی روضہ مبارک میں دفن نہ ہوئیں اس سے تنقیص کا نتیجہ نکالنا شیعہ کی جہالت و
 خباثت ہے۔

3- شیعہ کا یہ اعتراض بھی اس کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے اس لیے کہ دعوت ذوالعشرہ
 سے تین سال قبل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ (تاریخ طبری ۲/۳۱۰)
 اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس دعوت کے تین سال بعد اسلام قبول کرتے ہیں مگر ان کے قبول
 اسلام سے اسلام کو بڑی تقویت حاصل ہوتی ہے اس پر بے شمار دلائل قائم کیے جاسکتے ہیں پھر
 یہ دعوت کے متعلق جو روایات مرقوم ہیں ان میں اکثر صحت کے درجہ پر نہیں ہیں جو شیعہ پیش
 کرتے ہیں۔ اسی لیے ان سے استدلال ان کا باطل و مردود ہے۔ مثلاً اس لیے کہ نزولِ آیت
 کے وقت بنو عبدالمطلب کی تعداد چالیس نہ تھی۔ شیعہ کی مستدل روایت کا واضع عبدالغفار
 بن قاسم ابو مریم کوئی ہے۔ شیعہ کی کتب اسماء الرجال میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔

امام ذہبی اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ رافضی اور غیر ثقہ ہے۔ ابن مدینی نے کہا کہ یہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ محدثین کے نزدیک قوی نہیں ہے۔ امام نسائی اور ابوحاتم نے اسے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ امام احمد نے بھی اس پر جرح کی ہے۔

(میزان الاعتدال ۲/۶۴۰)

امام ابن حجر عسقلانی نے مذکورہ بالا جرح اور اس کے علاوہ متعدد دلیل القدر ائمہ محدثین کی سخت جرح نقل کی ہے۔ (لسان المیزان ۴/۴۲)

اس طرح کے کذاب و ضاع کی روایت سے استدلال سے ہی شیعہ اپنی حقانیت ثابت کر سکتے ہیں۔ وگرنہ سند صحیح شیعہ کا مذہب باطل ہی ثابت ہو سکتا ہے۔ پھر اس روایت سے شیعہ کا ہی نظریہ ایمان طالب بھی غلط ثابت ہو گیا اس لیے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ کے سوا کسی نے بنو عبدالمطلب میں حمایت نہ کی پھر شیعہ کی ان روایات سے استدلال سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ قدیم الاسلام ثابت نہیں ہوتے۔ بلکہ تیسرے سال اظہار اسلام کرتے ہیں اور سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پہلے ماہ قبول اسلام کرنا خود شیعہ کو بھی مسلم ہے۔

(اعلام الوری صفحہ ۵۰۰)

پھر شیعہ کا یہ کہنا کہ یہ بزرگ اس دعوت میں شریک نہ ہوئے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار کیسے ہو سکتے ہیں، باطل مردود ہے۔ اس لیے قرابت نبوی ایمان کے ساتھ باعث فضیلت ہے اور بنو عبدالمطلب کے علاوہ قبول اسلام کرنے والے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہوئے کہ سرکار کے متبع اور غلام تھے۔ مگر ابولہب عتبہ وغیرہ کفار قبول اسلام نہ کرنے کی وجہ سے نسل ابراہیمی اور خاندان کے ہونے کے باوجود قریبی نہ رہے۔ اس کو خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطبہ میں بیان فرمایا ہے جو کہ نہج البلاغہ میں موجود ہے کہ ”حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ اگرچہ خون رشتہ سے دور ہوں۔ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن وہ ہیں جو خدا اور اس کے رسول کے نافرمان ہوں۔ اگرچہ ان کا رشتہ قریبی ہو“۔ پھر سرکار علی المرتضیٰ کی قرابت کا انکار تو کوئی

وہابی غیث ہی کر سکتا ہے اور سیدنا صدیق و فاروق کے خسر ہونے کے باوجود ان کی قربت رسول کا انکار کوئی شیعہ غیث ہی کر سکتا ہے۔ سرکار علی کا فرمان جو اوپر مذکور ہوا ہے، شیعہ کو خود ہی نتیجہ اخذ کر لینا چاہیے۔

4- دعوت ذوالعشرہ کے متعلق ہم بیان کر چکے ہیں اب دوسرے جزء کی بابت تحریر کرتے ہیں۔

اولاً یہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی جزوی فضیلت ہے جو کہ کلی فضیلت کو مستلزم نہیں ہے۔ متعدد خصوصیات دیگر انبیائے کرام کے لیے بیان ہوئیں مگر وہ صراحت کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بیان نہ کی گئیں مگر اس کے باوجود تمام انبیاء و رسل پر ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ایک مسلمہ امر ہے۔ مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کو صفی اللہ، حضرت نوح علیہ السلام کو نجی اللہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ وغیرہ۔ مگر ان الفاظ کی صراحت دوسری طرف مذکور نہیں ہے تو اس سے ثابت کرنا یہ مقصود ہے کہ جزوی فضیلت سے کلی فضیلت کا اثبات نہیں ہو سکتا۔ تو سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اخفی فرمانا یقیناً باعث فضیلت ہے مگر جزوی فضیلت سے کلی فضیلت کا اثبات شیعہ کی جہالت پر دال ہے۔

ثانیاً یہ الفاظ اخفی کے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے مرقوم و مذکور ہیں حدیث بخاری میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لو كنت متخذاً من أمتي خليفاً لا اتخذت ابابكر و لكن اخي و صاحبی وفي رواية لا اتخذت خليفاً و لكن اخوة الاسلام افضل او كما قال عليه الصلوة والسلام۔

”اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیفہ بناتا تو یقیناً ابوبکر کو بناتا لیکن وہ میرے بھائی اور دوست ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان کو خلیفہ بناتا مگر اسلام کا

بھائی چارہ بڑا افضل ہے۔ (بخاری/۱، مصابح النبی/۳/۱۳۸)

بلکہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بارے رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انت اخونا و مولانا۔ ”تم ہمارے بھائی اور محبوب ہو“۔ (بخاری/۱، ۵۸۸)

تو اب کہیے کہ اس الفضیلت سے کیا ثبوت ملتا ہے۔

ثانیاً پھر سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی الفضیلت تو پوری امت مسلمہ کے اجماع سے بھی ثابت ہے اور قرآن و سنت کے بے شمار دلائل قاہرہ سے ثابت ہے بلکہ خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے اس عقیدہ کی تائید موجود ہے۔ بلکہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں نبی کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سب سے بہتر ہیں۔ (کنز العمال/۱۳/۲۰)

پھر سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرو۔ تم ہدایت پا جاؤ گے۔ اور ان دونوں کی اقتدا کرو ہدایت پا جاؤ گے۔ (تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر/۳۲/۱۳۹)

ضمناً مزید ایک مرفوع روایت ملاحظہ ہو سرکار حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تم ان دونوں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرو۔

(ترمذی/۲، ۲۰۷، مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۶۰، ابن ماجہ صفحہ ۱۰، مستدرک/۳، ۲۹۰، ابن حبان/۱۰، ۲۵، شرح النبی/۱۳، ۱۰۳، مستدرک/۵، ۳۸۲، مصابح النبی/۳، ۱۶۲)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ٹیکوں میں سے ایک ٹیکی ہوں۔ (تاریخ مدینہ دمشق/۳۳/۲۵۱)

مزید فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جنت میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما داخل ہوں گے۔ (کنز العمال/۱۳/۲۱)

سرکار محمد بن حنفیہ نے سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ تو سرکار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں

نے عرض کیا پھر کون ہے؟ فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔

(بخاری ۱/۵۱۸، ابن ابی شیبہ ۱۲/۱۲، تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ۲/۲۲۹)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی دورانِ خلافت برسرِ منبر ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری امت میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بہتر ہیں۔ (مسند احمد ۱/۲۷۷، کنز العمال ۲۰/۱۳)

امام سیوطی نے امام ذہبی کا قول نقل کیا کہ یہ ارشاد سرکار علی رضی اللہ عنہ سے تو اتر سے ثابت ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵)

سرکار علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے اربعہ کے حوالہ پوری ترتیب فضیلت بیان فرمائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہیں ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے بعد میں ہوں۔

(تاریخ مدینہ دمشق لابن عساکر ۲/۱۰۳)

اس کے علاوہ کثیر تعداد میں دلائل اس پر قائم کیے جاسکتے ہیں مگر اختصار مانع ہے۔

اب شیعہ کی کتاب رجال کشی سے روایت ملاحظہ کیجئے کہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی آدمی ایسا آئے جو مجھے ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے میں اسے کوڑے لگاؤں گا جو مفتزی کذاب کی حد ہے۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے محبت ایمان اور ان سے بغض رکھنا کفر ہے۔ (رجال کشی صفحہ ۳۲۸)

پھر شیعہ کی کتاب احتجاج طبرسی میں ہے کہ امام باقر نے فرمایا کہ میں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی عظمت و فضیلت کا منکر نہیں مگر افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (اجتاج طبرسی ۲/۲۷۹)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے دعا فرمائی: اے اللہ ہم پر رحم فرما جس طرح تو نے خلفائے راشدین پر رحم فرمایا۔ تو ایک قریشی نوجوان نے سوال کیا کہ یہ خلفائے راشدین کون ہیں؟

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ دونوں میرے محبوب اور تمہارے چچا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ دونوں ہدایت کے امام اسلام کے بزرگ اور قریش کی شخصیتیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان دونوں کی اقتداء ہے۔ جس نے ان کی اقتداء کی وہ محفوظ ہو گیا۔ جس نے ان

کے فرامین کی اتباع کی وہ صراطِ مستقیم پر ہے۔ (تخصیص الثانی ۲/۳۱۸)

پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں بھی اپنے ایام وصال میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکارِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا مصلیٰ عطا فرمایا اور امامت کا حکم دیا اس کو شیعہ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ (درہ بحیرہ صفحہ ۲۲۵، تاریخ التواریخ ۱/۵۴۷)

اس کے علاوہ بھی کتب شیعہ سے متعدد دلائل دیے جاسکتے ہیں اختصار مانع ہے ہمارے ان تمام دلائل سے پوری اُمت میں انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہے جو ثابت ہوگئی۔ اور شیعہ کے استدلالِ باطل کا منہ توڑ جواب ہو گیا۔

5- اللہ تعالیٰ نے فطری اصول کے موافق ہر صحابی کو ایک دوسرے سے مختلف اور متنوع قسم کی خوبیوں سے نوازا تھا۔ خدایا پنج انگشت یکساں نہ کرو۔ یقیناً مذکورہ بالا صحابہ کرام سے کثرت کے ساتھ روایات بیان کی گئی ہیں۔ ان حضرات کے اہل بیت سے تقابل کی کیا ضرورت ہے۔ خلفائے راشدین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اتنے اجل علماء ہونے کے باوجود ان مکشرین میں شامل نہیں ہیں دراصل کثرتِ روایت کا مدار علو و مرتبت نہیں ہے بلکہ دیگر وجوہ ہیں۔ ان میں شغل و عمر وغیرہ کا بڑا حصہ ہے۔ سرکارِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صحابہ اعلیٰ میں ہم میں زیادہ عالم، کہتے ہیں، سے بھی امورِ خلافت میں مشغولیت کی وجہ سے کم روایات مروی ہیں۔ حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما سے سرکارِ علی رضی اللہ عنہ سے بھی کم روایات مروی ہیں۔ سرکارِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دیگر امور میں مصروفیت اور اپنے دورِ خلافت میں فتنہ خوارج و روافض کے رد و ابطال میں مصروف ہونے کی وجہ سے روایات ان سے کم مروی ہیں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس و انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے بعد چھ ماہ بقید حیات رہیں مگر وہ بھی بقول شیعہ یہ سارا عرصہ خلافت و باغ و فتنہ کے چھن جانے کے غم میں گزرا اس اعتبار سے زیادہ روایات ان سے مروی نہیں پھر عرصہ کی قلت کی وجہ سے ہی مسئلہ واضح ہے۔ اسی طرح حسنین کریمین کا معاملہ ہا کہ ان کے ادوار میں متعدد مسائل درپیش رہے اور وہ ان میں مشغول رہے۔ قصہ المختصر تکثیر یا تقلیل روایات کی وجوہات ہر صحابی کی اپنی ضروریات اور مسائل پر موقوف ہے۔ ویسے

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اہل سنت نے بکثرت احادیث و روایات روایت کی ہیں۔ مسند احمد میں آپ کی مرویات کی تعداد ۸۱۰ ہے۔ مزید تہذیب الخبذیب میں سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کا تفصیلی ذکر اور ان سے مروی روایات کا ذکر موجود ہے۔ اب ہم شیعہ سے سوال بصورت چیلنج کرتے ہیں کہ تمہاری کتب اصول اربعہ میں براہ راست بواسطہ سرکار علی و سرکار ابوذر، سرکار مقداد اور سرکار سلمان رضی اللہ عنہم رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی احادیث مروی ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کتنی ہزار احادیث مروی ہیں۔ اور کون کون سے لوگوں نے روایت کی ہے حضرات حسنین کریمین سے کتنے عدد مروی ہیں۔ تمہاری روایات کا ۹۵ فیصد ذخیرہ سرکار امام باقر اور سرکار امام جعفر صادق سے مروی ہے جنہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار علی تو کجا سرکار حسنین کریمین کو بھی ندیکھا۔ اور ان کو تابعیت کا شرف ان صحابہ کرام کی زیارت سے ملا جسے تم شیعہ مسلمان بھی نہیں مانتے۔ ان کی اکثر روایات اپنی فرمودہ ہیں۔ کچھ مرسل و منقطع ہیں اب اس اعتبار سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکار علی المرتضیٰ اور سرکار حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کا علم مبارک امام جعفر صادق سے کم تھا یا اہل بیت صحابہ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کم نصیب رہی۔ اور سرکار امام باقر و سرکار امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما کو زیادہ ملی۔ اس لیے کہ شیعہ کا اعتراض و استدلال باطل و مردود ہے۔

6- شیعہ کا یہ اعتراض اس کی جہالت و حماقت پر دل ہے۔ تو اتر سے جو واقعات ثابت ہیں ان سے انکار کر رہا ہے سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلفائے راشدین بالخصوص سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے حسین تعلقات ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ اگر اس میں جرأت ہے کوئی واقعات بسند صحیح بتلائے جن میں صراحۃً سرکار علی نے خلفاء سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر تنقید کی ہو یا ان سے الگ تھلگ رہے ہوں جب ایسا کوئی ثبوت ان کے پاس نہیں ہے تو یہ اعتراض اس کی جہالت و خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ تو ان کی شوریٰ میں مرکزی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی ہدایہ کے مستتر قاضی و مفتی تھے۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کی نیابت کے فرائض بھی سرانجام دیتے تھے۔ (کنز العمال ۱۳۲/۲)

سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر تنقید نہ فرماتے تھے بلکہ اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے تھے ان سے عطایا اور تحویلات وصول کرتے تھے۔ بلکہ ذریعہ معاش یہی تھا۔ سرکار عمر سے سرکار امام حسین کے لیے ایرانی باندی شہر بانو قبول کر کے سب سادات کی ماں بنادیا۔ (جلال الدین صفحہ ۴۵۲)
اور سرکار علی رضی اللہ عنہ نے اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح سرکار عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔ (جلاس المؤمنین ۲۰۴/۱، فروع کافی ۱۳۱/۲، تہذیب الاحکام ۳۶۲/۹، تاریخ التواریخ ۵۵۲/۳، مخی الاقال ۲۱۷/۱، منتخب التواریخ صفحہ ۹۵، مناقب ابن شراح شوب ۲۰۴/۳ وغیرہم کتب)

سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے کسی امر دینی سے سرکار علی رضی اللہ عنہ ہرگز اختلاف نہ رکھتے تھے۔ بلکہ اپنے دور خلافت میں عام قضاۃ کو حکم دیا کہ حسب سابق تم فیصلے کرو اس لیے کہ میں اختلاف کو ناپسند کرتا ہوں میں سب کو ایک جماعت کرنا چاہتا ہوں یا میں وصال کر جاؤں جیسے میرے پہلے ساتھی خلفاء انتقال کر گئے۔ (بخاری ۵۲۶/۱)
یہی شیعہ عالم شوستری نے بیان کیا ہے۔ (جلاس المؤمنین ۵۳/۱)

جنگ نہروان کے موقع پر ربیعہ بن شداد نے سرکار علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہوئے کتاب اللہ و سنت رسول کے بعد سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سنت کا نام لیا۔ تو آپ نے فرمایا بیوقوف اگر سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے کتاب اللہ اور سنت رسول کے مخالف عمل کیا ہوتا تو وہ حق پر نہ ہوتے (مگر یقیناً وہ حق پر ہیں) (طبری ۷/۵)

گویا ان کا طریقہ سنت نبوی کے موافق اور اس میں ہی مدغم ہے۔ پھر جب بدری صحابہ کرام کے وظائف مقرر ہوئے، تو سرکار علی رضی اللہ عنہ کا وظیفہ بھی ۵۰۰۰ درہم مقرر ہوا، سرکار حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے بدری نہ ہونے کے باوجود قرابت رسول کی وجہ سے ان کا بھی پانچ پانچ ہزار ہدیہ مقرر ہوا۔ (کتاب الخراج ۵-۲۲)

اگر حضرت عمر خلیفہ برحق نہ تھے اور ان کی جنگیں جہاد نہ تھیں تو ان کے غنائم بھی ناجائز ہوتے، تو ان میں سے غنائم و ہدیے کس صورت میں جائز ہیں۔ پھر سرکار علی کے سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی مدح میں متعدد اقوال صحیح البلاغہ و رجال کشی وغیرہم کتب میں مرقوم ہیں۔ نہج

البلعہ وغیرہ کتب میں ان کی خلافت کی بھی تعریف و تحسین فرمائی۔ ان دلائل کی موجودگی میں شیعہ کا یہ سوال کیا اس امر کا اعلان نہیں کر رہا کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ ان کے دور خلافت میں منافقت کرتے رہے لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ۔ تو رہا جنگ و جہاد میں عدم شرکت کا بہانہ تو یہ مثبت اختلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ آپ وزارت افتاء مشاورت جیسے اہم عہدوں کی ذمہ داری لے کر خلافت راشدہ کی خدمت کر رہے تھے تو عام سپاہی کی حیثیت سے تلوار لے کر لڑنا کوئی بڑی فضیلت ہے۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ تو ان اہم مصروفیات کی وجہ سے جنگ و جہاد میں ان دنوں شریک نہ ہوئے۔ تو اس سے خلافت راشدہ کی حقانیت پر حرف نہیں آتا۔ اس لیے کہ سرکار امام حسن اور سرکار امام حسین رضی اللہ عنہما نے سرکار عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں فتح افریقہ میں شریک ہو کر باقاعدہ جہاد کیا اور حصہ غنیمت پایا۔ اسی طرح سرکار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتح قسطنطنیہ میں یہ دو حضرات سرکار ابن عباس کے ہمراہ شریک ہوئے۔

(ابوابیہ و انہابیہ ۱۳۲/۸)

سرکار حسن بصری رضی اللہ عنہ بھی اسی دور میں شریک جہاد ہوئے۔ (جلالہ اہل ن صفحہ ۶۷)

پھر سرکار سلمان فارسی رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر رہے سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے پایا۔

(ایات القلوب ۱/۲۶۵)

سرکار علی رضی اللہ عنہ کے معتمد خاص سرکار عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا گورنر بنایا۔ جنگ جمل و صفین میں تو بلوایان عثمان کی سازش کی وجہ سے شریک لگے ہوئے پڑا۔ پھر سرکار خالد بن ولید کو سیف اللہ کا لقب سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نہیں دیا بلکہ دوسرے کائنات میں اللہ عزوجل نے دیا ہے۔ (بخاری ۱/۲۵۳۱/۶۱۱)

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو سرکار علی رضی اللہ عنہ سے شجاع نہ ہوں۔ مگر کفار ان کے ہاتھ سے زیادہ

قتل ہوئے۔ (طبقات ابن سعد ۲/۱۳۰)

پھر ان کے لقب سیف اللہ سے سرکار علی رضی اللہ عنہ پر افضلیت تو ہم ثابت نہیں کرتے بلکہ ان پر سرکار علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت ہے۔ بلکہ شبلی نعمانی کا حوالہ بے کار ہے اس لیے کہ یہ تو خود

تمہارے جیسا مردود شخص ہے۔ طبری سے مکالموں کا حوالہ بھی عبث ہے اس لیے کہ یہ روایات ناقابل اعتبار ہیں ان کی سند میں مجاہیل راوی موجود ہیں۔ کئی کذاب و مجروح راوی موجود ہیں۔ پہلے مکالمہ کی سند میں عمر، علی، ابوالولید؟؟ ولد طلحہ کا ایک آدمی از ابن عباس ہے۔ (طبری ۲/۲۳۳)

ان چاروں کے تراجم کتب رجال میزان و تہذیب و تفریب میں نہیں ملے تو یہ متعین نہ ہونے کی وجہ سے مجہول ہوئے۔

دوسرے مکالمہ کی سند میں ابن حمید، سلمہ، محمد بن اسحاق ایک آدمی از عکرمہ طبری۔

(۲۳۳/۲)

ایک آدمی از عکرمہ یقینی مجہول ہے۔ محمد بن اسحاق پر سخت جرح موجود ہے امام مالک اسے دجالوں میں سے دجال بتلاتے ہیں۔ (میزان الاعتدال ۳/۳۶۹)

اس پر مزید سخت جرح موجود ہے۔ پھر سلمہ بن فضل شیبی تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ اس کے پاس زیادہ منکر روایات تھیں جن کو علی نے کمزور کہا۔ علی نے کہا کہ ہم نے رے نامی شہر سے نکلنے وقت اس کی حدیثیں وہیں چھوڑ دی تھیں۔ امام ابوزر عہ اس کے کذاب ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ امام نسائی ضعیف کہتے ہیں امام ابو حاتم اسے ناقابل احتجاج کہتے ہیں۔ مزید کہتے ہیں کہ اہل رے اس کی بدعتیہ کی اور ظلم کی وجہ سے اس سے نفرت کرتے تھے۔ (تہذیب احمد ۳/۵۳، میزان الاعتدال ۲/۱۹۲)

اس کا ایک راوی ابن حمید ہے یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ یہ منکر روایات زیادہ بیان کرتا تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ اس کی روایات محل نظر ہیں۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ جو زجانی کہتے ہیں کہ یہ راوی اہل مذہب اور غیر ثقہ ہے۔ فہلک رازی نے کہا کہ میرے پاس ابن حمید کی روایت کردہ پچاس ہزار احادیث ہیں جن میں سے ایک حرف بھی روایت نہیں کرتا۔ صالح بن محمد بھی اس کی روایت کو متہم کرتے۔ اللہ کے بارے میں بڑا جری تھا۔ ابن خراش نے کہا کہ ابن حمید ہمیں حدیث سنا تا مگر اللہ کی قسم وہ جھوٹ بولتا تھا۔

(تہذیب احمد ۳/۹-۱۰-۱۲۹)

ایسی لچر اسناد والی روایت کے سہارے ہی سے شیعہ اپنا باطل مذہب ثابت کر سکتے ہیں۔

7- شیعہ کو قاتلانِ حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف معمولی ملاں کہتے ہیں بلکہ خود تمہارے گرو ملاں ملوانے بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں تمہارا علامہ شوستری کے بقول اہل کوفہ سب شیعہ تھے۔

(مجلس المؤمنین ۱/۲۵)

تو گویا سرکارِ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بلانے والے سب شیعہ تھے۔ ملا باقر مجلسی وغیرہ نے بلانے والوں کو آپ کے مخلص شیعہ قرار دیا ہے۔

(جلاء العیون ۱۸، ارشاد شیخ مفید صفحہ ۲۰۲، مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۸)

خطوط لکھنے والے ابھی شیعہ تھے۔

(جلاء العیون صفحہ ۳۵۶، مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۸، مناقب ابن شہر آشوب ۲/۹۰، اخبار الطوال صفحہ ۲۲۹، ذبح عظیم صفحہ ۱۳۶)

کوفی شیعوں کے بارہ ہزار خطوط امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف آئے۔ (جلاء العیون صفحہ ۳۵۷)

ابن زیاد کی دھمکیوں سے کوفی شیعوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑ ڈالی۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ ۶-۲۵)

سرکارِ امام حسین رضی اللہ عنہ نے سفرِ کربلا میں مسلم امام حسین رضی اللہ عنہ کی خبر شہادت سن کر ارشاد فرمایا:

وقد خذ لتنا شیعتنا۔

”ہمیں ہمارے شیعوں نے رسوا کر دیا ہے۔“

(مقتل ابی مخنف صفحہ ۴۳، تاریخ التواریخ ۳/۱۳۷، ارشاد مفید صفحہ ۲۲۲)

میدانِ کربلا میں سرکارِ حسین رضی اللہ عنہ پاک نے اپنے شیعوں کو ان کے وعدے محبت یاد

دلانے مگر وہ مکر گئے۔ (مقتل ابی مخنف صفحہ ۴۳، جلاء العیون صفحہ ۶۷-۳۷)

امام حسین رضی اللہ عنہ کے بلانے والے ہی آپ کے قاتل بنے۔ (جلاء العیون صفحہ ۳۸)

آپ کے مقابل میدانِ کربلا میں سب کوفی تھے کوئی حجازی و شامی نہ تھا۔

(مقتل ابی مخنف صفحہ ۵۲)

میدانِ کربلا میں شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ کے بعد قافلہ اہل بیت کو لوٹنے والے اور رونے

والے سب مخمین (شیعہ) تھے۔ (نور الحیون صفحہ ۱۳۸، مقتل ابی مخنف صفحہ ۹۷، انوار نعمانیہ ۳/۲۳۶)

کوفہ میں رد تا ماتم کرتے دیکھ کر امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ہم پر نوحہ و گریہ (ماتم) کرنے والو تمہارے سوا ہمارا قاتل کون ہے۔ (جلاء العیون صفحہ ۳۲۳، احتجاج طبری ۲/۱۶۵) سرکار سیدہ زہبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے اہل کوفہ تم نے ہمیں خود قتل کیا خود روختے گریہ کرتے ہو تم کم ہنسو گے زیادہ روؤ گے۔

(جلاء العیون صفحہ ۳۲۳، احتجاج طبری ۲/۱۱۰، مناقب ابن شہر آشوب ۲/۱۱۵) دیگر خواتین اہل بیت نے بھی اہل کوفہ کو یوں ہی مخاطب کیا۔

(جلاء العیون صفحہ ۳۲۵، احتجاج طبری ۲/۱۰۶)

ہم نے انحصار سے کام لیا ہے ورنہ تفصیلی عبارات و دلائل سے نقل کرتے۔ بہر حال یہ یقیناً ثابت ہو گیا کہ یہ کسی سلاں کی بنائی ہوئی کہانی نہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے قاتل شیعہ ہیں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

رہا اہل سنت کی نصرت کا مسئلہ تو جب تم کو خود تسلیم ہے کہ اہل کوفہ سب شیعہ تھے تو پھر اہل سنت کی نصرت کیسی اگر اہل سنت وہاں ہوتے، تو وہ خود امام کے ساتھ ہی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے اس سنگین صورت کا دیگر بلاد و شہروں میں کب معلوم تھا۔ بلکہ اہل مکہ نے احتیاط کے طور پر متعدد افراد کو آپ کے ہمراہ کیا جو آپ کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔ اہل مکہ و مدینہ کے لوگ تو سرکار حسین علیہ السلام کے شیدائی تھے۔ ان کا اہل سنت ہونا خود شیعہ اکابر کو بھی تسلیم ہے۔ سرکار حسین علیہ السلام کے شیدائی وہی تھے۔ شو ستری نے کہا کہ اہل مکہ و اہل مدینہ میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی محبت غالب تھی (گویا وہ اہل سنت تھے)۔ (مجالس المؤمنین ۱/۵۵)

اس اعتبار سے کہ بلا میں سرکار حسین علیہ السلام کے ساتھی جو شہید ہوئے وہ سب اہل سنت ہی تھے۔ اور آپ کے مد مقابل شیعہ اور آپ کے قاتل بھی شیعہ تھے۔ اس اعتبار سے شیعہ کا اعتراض لغو اور بر بنائے جہالت ہے جو کہ ان کو مفید نہیں ہے ورنہ کتب شیعہ میں اہل بیت کی شدید ترین گستاخیاں موجود ہیں۔

مثلاً سرکار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکار علی رضی

اللہ عنہ سے فرمایا کہ اے علیؑ رات جب تک میں نہ آؤں فاطمہؑ سے مخصوص کام نہ کرتا۔ (جلاء العیون صفحہ ۱۳۰، قاری ۲۵۱/۱ مترجم اردو تہذیب النہج ۸۲/۱)

زرا رہ شیعہ مذہب کا بنیادی راوی کہتا ہے کہ اگر میں امام جعفر صادقؑ کی باتیں بیان کروں تو لوگوں کے عضو تناسل تن جائیں گے۔ (رجال کشی ۱/۳۴۶)

پھر کتب شیعہ میں امام زین العابدینؑ کا بیزید کی بیعت کر لینا مرقوم ہے۔

(کتاب الرضہ ۱۱۰/۳، جامعہ فروغ کافی، جلاء العیون صفحہ ۵۰۰)

اس طرح کی سینکڑوں گستاخیاں ان کی کتب میں موجود ہیں کیا یہ محبت اہل بیت ہے۔ اہل بیت کے حقیقی محب اہل سنت ہیں اور شیعہ اہل بیت کے حقیقی دشمن اور جھوٹی محبت کے دعوے دار ہیں۔

8- سرکار سیدنا فاروق اعظمؑ کے حسبنا کتاب اللہ کہنے میں حضور اقدس ﷺ کی طبع مبارک کی رعایت مقصود تھی۔ اس سے حضور انور ﷺ کے فرمان عالی کو رد کرنا مقصود نہ تھا۔ امام بیہقی نے یہی تحریر کیا ہے۔ (دلائل النبوت ۱۸۲/۷)

سرکار عمر فاروقؑ کا مقصود تو صرف اتنا تھا کہ حضور ﷺ کی طبیعت مبارکہ میں راحت و سکون آجائے۔ شدت زائل ہونے کے بعد تحریر لکھوائی جائے، پھر سرکار عمرؑ کا یہ جملہ اگر اس موقع پر غلط تھا تو سرکار دو عالم ﷺ نے اس پر سکوت کیوں اختیار فرمایا۔ اس پر انکار کیوں نہ فرمایا۔ اس لیے کہ اللہ کے نبی امام الانبیاء ﷺ کسی منکر اور معصیت پر ہرگز سکوت نہ فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ اس پر انکار فرمایا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سرکار عمرؑ کا یہ جملہ اس موقع غلط نہ تھا۔ پھر حسبنا کتاب اللہ سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ سنت نبوی و ارشادات کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لیے کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل کا یہ مطلب و مفہوم ہرگز کوئی عقل مند نہ لے گا کہ اللہ کافی ہے اور رسول کی نبوت کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر سیدنا فاروق اعظمؑ کی طرف سے ہدیان کا جملہ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنا شیعہ کی نری بکو اس ہے۔ اس لیے کہ ہجر استفہمہ کے الفاظ سے ہدیان مراد نہیں، ان کی خباثت

ہے۔ محدثین کرام فرماتے ہیں ہجر، یہجو کے معنی فراق اور جدائی کے ہیں۔ یہاں صحابہ کرام کی مراد حضور اقدس ﷺ کی جدائی ہے۔ اور اگر بفرض غلط وہی مانا جائے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ دیگر روایات میں اہجو کے الفاظ ہیں انہوں نے بطور استفہام انکاری کے استعمال کیا ہے، استفہام تقریری کے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جن صحابہ کرام نے یہ جملہ بولا ہے انہوں نے ہذیان کے انکار کے طور پر ذکر کیا ہے، نہ کہ اثبات کے طور پر۔ اس لیے اس جملے کے کہنے والے وہ حضرات تھے جو تحریر کے حق میں تھے اور جو تحریر کے حق میں نہ تھے وہ ان کے قول کا رد کرتے ہوئے کہہ رہے تھے کہ حضور اقدس ﷺ کو ہذیان ہرگز نہیں ہوا۔ اس لیے ہمیں حضور اقدس ﷺ کے فرمانِ عالی کے موافق قرطاس حاضر بارگاہ کرنا چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا، اس قول کے قائل حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہ تھے بلکہ دیگر اور حضرات تھے۔ اس لیے کہ یہ جملہ قالوا کے بعد آیا ہے۔ جب روایات میں قال کی بجائے قالوا مذکور ہے اور اگر اس کو استفہام تقریری کے طور پر تسلیم کیا جائے، تو ہجو اور استفہام عبارت بے ربط اور بے جوڑ ثابت ہوگی۔ ثابت ہو گیا کہ یہاں استفہام انکاری مراد ہے۔ اسی کو امام کرمانی نے امام نووی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔ (کرمانی شرح بخاری ۲۲۵/۱۶)

یہ ہجو حقیقی طور پر ہجو فراق جدائی اور ہجرت کے معنی میں ہے جیسا کہ اوپر بھی مذکور ہوا، جو وصل کی ضد ہے۔ یعنی کیا حضور اقدس ﷺ اس دنیائے فانی سے ہجرت فرما رہے ہیں۔ یعنی ہجر کا فعل ماضی سے اطلاق و استعمال کیا ہے اس کا یہ معنی قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واہجرہم ہجرا جمیلا۔ (زل: ۱۰)

”اور ان کو خوبی کے ساتھ چھوڑ بیٹھو، اور میل کچیل کو دھوڑا لا۔“

واہجرنی ملیا۔ (مریم: ۲۶)

”اور ایک عرصہ کے لیے مجھ سے جدا ہو جا۔“

ان قومی اتخذوا هذا القرآن مهجورا۔ (فرقان: ۳۰)

”میری قوم نے قرآن کو بالکل چھوڑ دیا تھا۔“

واہجروہن فی المضاجع۔ (نہ: ۳۳)

”اور ان کے بستروں پر ان کو چھوڑ دو۔“

والرجز فاهجر۔ (مذ: ۵)

”اور میل کچیل کو دھو ڈال۔“ (ترجمہ مقبول)

امام ابن حجر عسقلانی بھی یہی لکھتے ہیں کہ ہجر کے معنی چھوڑ دو۔ یہ لفظ وصل کی ضد

ہے۔ ہجر کا یہ معنی زیادہ صحیح ہے۔ (فتح الباری ۹/۱۹۸)

اس معنی کے درست ہونے کی دو دلیلیں ہیں:

اولاً تو حضور سید عالم ﷺ نے ایام علالت میں ارشاد فرمایا کہ کاغذ قلم لاؤ، تاکہ میں

تمہیں تحریر لکھ دوں۔ جس کی وجہ سے تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس میں کون سی بات خلاف عقل

ہے۔ جس کو ہذیان کے لفظ سے تعبیر کیا جاسکے۔

ثانیاً ہجر کے بعد استفہموا ہے۔ اگر ہجر کے معنی ہذیان کے ہوں تو استفہموا کے

ساتھ ربط بالکل غلط ہو جاتا ہے اور بر سبیل تنزل اگر ہجر کے معنی ہذیان کے تسلیم کر لیے

جائیں۔ تو بخاری شریف میں سات جگہ یہ حدیث آئی ہے۔ اور ہمزہ استفہام کے ساتھ اور

دیگر کتب حدیث میں بھی ہمزہ استفہام کے ساتھ مذکور ہے۔ تو اس اعتبار سے معنی وہ ہے جو

ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ یعنی حضور اقدس ﷺ کے حکم مبارک میں توقف کیوں کرتے ہو۔

حضور ﷺ کو ہذیان ہرگز نہیں ہوا۔ اس معنی سے بھی اعتراض کی بنیاد ختم ہوگئی۔

شیعہ کو چاہیے کہ وہ سند صحیح ثابت کریں کہ یہ مقولہ سرکارِ عرب ﷺ کا ہے۔

ہجر کا معنی ہذیان کے علاوہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس معنی کے سوا کوئی دوسرا معنی یہاں

چپاں نہیں ہو سکتا۔

ہماری قدر نے تفصیلی قدرے مختلف شیعہ کے اعتراض کا جواب ہو گیا اب آخر میں

ہم اپنے مختار معنی فراق جدائی کے ثبوت میں ایک مرفوع حدیث پیش کرتے ہیں کہ رسول

اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

لا يحل المسلم ان يهجر اضاه فوق ثلاثة ايام او كما قال عليه

الصلوة والسلام۔ (ابوداؤد/۲/۳۱۷)

”کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ اپنے کسی دینی بھائی سے تین دن سے

زیادہ گفتگو ترک کرے۔“

تو کیا یہاں ہجر کے معنی ہڈیاں اور ہکواس کے ہوں گے کہ کسی مسلمان کو تین دن سے زیادہ گالی بکنا جائز نہیں ہے۔ ایسا مفہوم کوئی شیعہ ہی لے سکتا ہے جس کا عقل سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ (حدیث قرطاس پر ہم نے کتاب الجنازہ میں تفصیلی لکھا ہے)

9۔ سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بغض میں کس قدر چالاکی اور عیاری سے سوال مرتب کیا ہے وگرنہ خلافت صدیقی تو خود کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے۔ تدفین سے قبل ہی ہر نبی کے خلیفہ پر اُمت کا اتفاق ہوتا تھا۔ اور نبی کے اس خلیفہ کی موجودگی میں ان کی تجہیز و تکفین کا بندوبست ہوتا تھا۔ وگرنہ کوئی شیعہ بتائے کہ کسی پیغمبر کی تدفین خلیفہ کے تقرر و تعیین کے بغیر ہوئی ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ دیگر انبیاء کی مثال ہے موقع محل پر نہیں ہے اس لیے کہ وہاں ایک پیغمبر کے بعد دوسرا پیغمبر اس کا خلیفہ بنتا تھا۔ اس کی نبوت و خلافت پر نص جلی کا ہونا ضروری تھا۔ مگر شریعت محمدیہ کئی اصول و فروع میں ان سے مختلف ہے۔ یہاں تو اس شریعت کے صاحب حضور اقدس ﷺ پر نبوت ختم کر دی گئی۔ لہذا آپ ﷺ کا خلیفہ مثل انبیاء کے خلفاء کے نہیں ہے۔ یہاں نص جلی کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط نص خفی اور پیشن گوئی کے ساتھ اُمت کا اتفاق کافی ہے۔ مگر سابقہ اُمم کی طرح یہاں بھی یہی اصول ہے کہ اُمت قائد و خلیفہ کے بغیر نہ ہو۔ چنانچہ مزاج شناسانِ رسول ﷺ اور فضلاء دبستان نبوت صحابہ کرام نے تدفین سے قبل چند لمحات میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے يستخلفنہم فی الارض کا وعدہ باری تعالیٰ سچ کر دکھایا۔

عمر بن حریت نے سرکار سعید بن زید رضی اللہ عنہ من عشرہ مبشرہ سے سوال کیا کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے وقت آپ موجود تھے۔ فرمایا: ہاں۔ عمرو نے عرض کیا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کب ہوئی۔ فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے روز صحابہ کرام نے اسے مکروہ جاننا دن کا کچھ حصہ بغیر جماعت ماتحت خلیفہ کے رہیں اس نے عرض کیا کہ کیا کسی نے مخالفت بھی کی۔ فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ کیا مہاجرین میں سے کوئی پیچھے رہا۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ تمام مہاجرین نے خود بیعت کر لی۔

اگلی متصل روایت میں ہے سرکار علی رضی اللہ عنہ اس وقت گھر میں تھے جب ان کو خبر ملی۔ تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور تاخیر کو ناپسند کیا اور بیعت کر کے آپ کے پاس بیٹھے رہے۔ (طبری ۲/۲۰۷)

خود شیعہ کے ہاں یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ نبی یا امام کا خلیفہ اس کے آخری لمحات میں بنایا جاتا ہے۔ اصول کافی میں ہے کہ اس سوال کہ عہدہ امامت کب ملتا ہے، کے جواب میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے امام کی زندگی کے آخری لمحات میں۔ (اصول کافی ۱/۲۷۵)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہی سرکار امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے منبر پر جلوہ گر ہو کر خطبہ دیا پھر حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ منبر سے اترے، تو حاضر لوگوں نے آپ کی بیعت امامت کی۔ (جلال العیون صفحہ ۲۱۹)

جب شیعہ مذہب میں امام پہلے کی شہادت و موت کے بعد ہی امام بن جاتا ہے اور اس کی بیعت بھی ہو جاتی ہے تو سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے تقرر پر کیا اعتراض ہے۔ حالانکہ یہ سنت انبیاء ہے۔ پھر خلیفہ کا تقرر اس لیے بھی ضروری تھا کہ منافقین اور دیگر دشمنان اسلام کے منصوبوں کی وجہ سے اہل اسلام کو خطرہ تھا۔ اور اس لیے بھی کہ امت کا ہر کام خلیفہ کی نگرانی میں ہو۔ کسی امر میں اختلاف نہ ہو جائے، شورش نہ ہو۔ اس موقع پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مبارکہ میں اختلاف پیدا ہو گیا تو سرکار صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد نبوی پیش کرنے پر اختلاف رفع ہوا۔ (شکل ترمذی صفحہ ۲۷، طبری ۲/۲۱۲)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تجہیز و تکفین کے متعلق وصایا سرکار صدیق رضی اللہ عنہ کو ہی

فرمائے تھے۔ جو بامرنبوی آپ نے دوسروں پر تقسیم فرمائے۔

(جلاء العیون صفحہ ۷، حیات القلوب ۲/۶۹۵)

بیعت امام ایک اسلامی فریضہ تھا۔ جو بہر حال ادا کرنا ہی تھا، اگر تدفین سے قبل سرانجام پا گیا تو شیعہ کو کیا تکلیف ہے۔ اس لیے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ نے تو اس میں دخل اندازی نہ کی بلکہ خود اس موقع پر سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا اعلان مسجد نبوی میں مجمع عام میں فرمایا شیعہ کی تفسیر فنی و صافی میں مرقوم ہے، سرکار امام باقر سے مروی ہے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال با کمال کے بعد مسجد میں لوگوں کے بھرے اجتماع میں آیت کریمہ الذین کفروا و صدوا عن سبیل اللہ اضل اعمالہم کی تلاوت فرماتے ہیں۔ سرکار ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تلاوت کا مقصود دریافت کرتے ہیں سرکار علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ نے قرآن میں فرمایا جو تمہیں رسول دیں وہ لے لو جس سے منع کریں رک جاؤ، تو تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہو جاؤ کہ آپ نے سرکار ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ (تفسیر صافی ۲/۵۱۱، تفسیر فنی ۲/۲۰۱)

10- سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے وارث جائیداد کے ہونے کے شیعہ مدعی ہیں اور مدعی کے ذمے ثبوت ہوتا ہے وہ اس کا صحیح روایات سے ثبوت پیش کریں۔ شیعہ اس کی ایک مثال ہی ایسی پیش کریں کہ کسی نبی کا ایسا کمایا ہو مال یا ترکہ ان کی سب اولاد میں بطور وراثت شرعی پورا پورا تقسیم ہوا ہو، جب خود شیعہ ایسی دلیل پیش کرنے سے مفرد ہیں تو اہل سنت کے ذمے ان کا الزام باطل و مردود ہے۔

معارض نے اصل میں باغ فدک کی طرف اشارہ کیا ہے جو کہ مال فنی تھا۔ اور مال فنی کے مصارف قرآن مجید میں سورۃ حشر میں مذکور و مرقوم ہیں۔ یہ جائیدادیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل میں تھیں کسی بھی مسلمان مجاہد کا اس میں معین حصہ نہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے صرف اپنی صوابدید پر مذکور بالا مصارف جو سورۃ حشر میں مرقوم ہیں کمی بیشی سے کھایا یا جزا خرچ کرتے تھے اور اس سے اپنا خرچ بھی نکالتے تھے اصول کافی میں خود مرقوم و مذکور

ہے کہ یہ جائیداد پیغمبر کے بعد اس کے جانشین کی تحویل میں چلی جاتی ہے۔ اور وہ اپنی صوابدید کے مطابق عمل و تصرف کرتا ہے۔ اور اس میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہی طریقہ اختیار کیا جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ شیعہ کہتے ہیں کہ باغ فدک رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اور آپ کا اس پر قبضہ تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر ایسا ہی ہے جیسا تم بیان کرتے ہو تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وراثت کا دعویٰ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ ساری کہانی ہی من گھڑت ہے۔ قرآن مجید نے سورۃ حشر میں مالِ حسن فنی کے مصارف یہ بیان کیے ہیں وہ اللہ کا اور رسول کا قرابت داروں کا یتیموں مسکینوں مسافروں کا۔ تو جب اس کے مصارف قرآن مجید سے ثابت ہو گئے تو شیعہ کا دعویٰ ہی باطل ہو گیا۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زہد و تقویٰ پر سینکڑوں دلائل قائم ہیں۔ خود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھریلو خدمت کیلئے خادم مانگا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں میں تقسیم کے باوجود سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ دیا۔

(بخاری ۴۳۹/۱، من لا یحضرہ الفقیہ ۱/۲۱۱، ابوداؤد ۶۴/۲)

جب غلام نہ دیا تو پورا باغ کیسے دے دیا۔ لہذا شیعہ کا استدلال باطل ہے۔ رہا پیغمبر کا ترکہ صدقہ ہونا اور مالی ترکہ نہ ہونا یہ تو مسلمہ امر ہے۔ جو کتب سنی و شیعہ دونوں سے ثابت ہے۔ بلکہ صراحت نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنی وراثت کی خبر دی۔ ایامِ علالت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئیں تو عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میرے دو صاحبزادے حسن حسین رضی اللہ عنہما ہیں ان کو اپنی وراثت دے جائیں۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن حسین رضی اللہ عنہما کی میراث میری بیبت و رعب ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کیلئے میری بہادری ہے۔ (خصال ابن ہایو یہ صفحہ ۳۹)

پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا ورثہ نہ دینا تقسیم ہوں گے نہ درہم میری بیویوں کے خرچ اور خادموں کے نفقہ سے جو بچے وہ صدقہ ہوگا۔

(ابوداؤد ۵۱/۲، بخاری ۴۳۷/۱، مسلم ۹۰/۲)

یہ روایت متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے جن میں حضرت ابن عمر، سرکار عثمان، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن عوام، سرکار عباس رضی اللہ عنہم شامل ہیں سر پھر ارشاد فرمایا کہ بیشک علماء انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہیں بیشک انبیاء نہ دینار کے وارث بناتے ہیں نہ درہم کے وہ تو صرف علم کا وارث بناتے ہیں۔ (رواہ ابوداؤد و الترمذی و ابن ماجہ احمد بن مندہ ابی ہاشم ۳۷۷/۳) مزید رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم وارث کسی کو نہیں بناسکتے جو چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے سرکار فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس روایت کی سرکار علی اور سرکار عباس رضی اللہ عنہما نے بھی تصدیق کی۔ (بخاری ۵۷۵/۲)

ابن کثیر نے دس صحابہ سے یہی روایت مروی بتلائی ہے۔ (البدایہ والنہایہ ۵/۲۸۷) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء وارث نہیں ہوتے درہم و دینار کے بلکہ وہ مالک ہوتے ہیں اپنی احادیث کے۔ (اصول کافی ۱/۲۲۲، قرب الاسناد صفحہ ۴۴)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی اسی طرح فرمان منقول ہے من لا یحضرہ الفقیہ۔

(۳۳۶/۲)

جب دلائل قاہرہ سے ثابت ہو گیا تو یہ روایت صحیح ہے۔ تو معترض کا سوال ہی عبث ثابت ہوا، ازواج و دیگر اہل بیت کے لیے خرچ کا استثناء تو حدیث سے منکر ہو چکا ہے۔

پھر اگر یہ ظلم ہی ہوا۔ نعوذ باللہ تو سرکار علی رضی اللہ عنہ اپنے دوز میں اسے اہل بیت کے نامہ الاث کر دیتے پھر اس سوال کے جواب میں سرکار علی رضی اللہ عنہ نے خود فرمایا کہ مجھے اس کام سے حیا آتی ہے جو سرکار ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے نہ کیا۔ (شرح معجم البلاغہ ابن ابی حدیدہ ۱۶/۳)

سرکار امام باقر نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ باغ فدک کے مسئلہ میں ہم سے ظلم نہ ہوا، سرکار ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رائی کے دانہ کے برابر بھی ظلم نہ کیا۔ (ابن ابی حدیدہ ۸۲/۳)

غور کیجئے کہ باغ فدک مسئلہ جس انداز میں شیعہ پیش کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حق مانگا انہوں نے دھکے دیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سزائے ماری گھر

آگ لگا دی وغیرہ۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

یہ اہل بیت کی صریح توہین نہیں ہے تو کیا ہے۔ پھر یہ سرکار علی رضی اللہ عنہ کی غیرت کو لاکارنا نہیں ہے، تو کیا ہے۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہاں تک مرقوم ہے سرکار فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کو سخت الفاظ میں ڈانٹا۔ اب تم رحم مادر میں بچے کی طرح گھر میں چھپ گئے ہو وغیرہ۔ (حق العین ۱/۱۲۵)

یہ وہ امور ہیں جو شیعہ کے گستاخ اہل بیت ہونے کو کافی وشافی ہیں ہم نے لائورث روایت کی ثقاہت و تخریج فریقین کی کتب سے بیان کر دی ہے۔ اور معترض کے سوال میں مذکور ازواج و دیگر اہل بیت کے خرچ کا استثناء بھی حدیث کے صریح الفاظ میں دکھا دیا ہے۔

۱۱۔ یہ آیت کریمہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان وقائع کو شامل نہیں ہے۔

اولاً، اگر ان کو اس میں شامل مانا جائے، تو قرآن مجید کی بیشمار آیات سے تعارض اور مخالفت لازم آتی ہے۔ جن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقبول الایمان اور جنتی اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کی بشارات دی گئی ہیں۔ لہذا اس آیت کریمہ کی تاویل و توجیہ آسان ہے اور سینکڑوں محکم آیات سے اعراض خالص گمراہی و بے دینی ہے۔ لہذا اس آیت سے ان آیات کثیرہ کے معارض استدلال باطل ہوا۔

ثانیاً آیت مذکورہ کی شرائط و قائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر صادق نہیں آسکتیں۔ اہل نہروان میں بالاتفاق ایمان کی شرط نہیں تھی اہل جمل کے ساتھ معرکہ میں قصد و ارادہ نہ تھا۔ اس کا ثبوت و ذکر آگے آئے گا، اہل صفین میں گواہان کامل اور فی الجملہ قصد و تمہد پایا گیا مگر وہ تاویل پر مبنی تھا۔ سورۃ حجرات کی آیت میں تاویل اقبال کا جواز موجود ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نبج البلاغہ میں اہل صفین کے متعلق فیصلہ تو ان کو قطعی مومن اور مسلمان بتلاتا ہے۔ اور ان کی تنقیص شان سے روکتا ہے۔ اس اعتبار سے سرکار علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی یہ آیت اہل صفین کو شامل نہ رہی۔

ثالثاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نیک نیتی سے قتال ہو گیا آیت میں قتل پر وعید ہے۔ قتل و

قتال میں فرق نہ کرنا بے انصافی ہے۔

اب ہم ان کی کتب شیعہ سے اس سوال کا الزامی جواب نقل کرتے ہیں۔ معترض کا یہ فتویٰ بالا خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر فٹ آتا ہے۔ اس لیے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ اشجع الناس اور شیر جنگ تھے۔ ان جنگوں میں سفک و عار سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لشکر سے ہوا۔ خود سرکار علی اس کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہیں۔ زرین جیش کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے ہی فتنہ کی آنکھ پھوڑی ہے۔ اگر میں نہ ہوتا تو نہ اہل نہروان قتل ہوتے اور نہ جمل والے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۳۳۱)

اہل نہروان بھی بظاہر قوم کفار نہ تھی اور نہ ہی سرکار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی تھے۔ بلکہ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے شیعہ تھے۔ جن کے ہاں امامت منصوص من اللہ تھی۔ اور اس کے بارے شوری کے فیصلوں کو باطل جانتے تھے۔ کشف الغمہ میں ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اصحاب (شیعہ) میں سے ۴۰۰ کی جماعت الگ ہو گئی۔ جو بڑے نیک اور عبادت گزار تھے۔ انہوں نے کوفہ سے نکل کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کھلی مخالفت شروع کر دی وہ کہتے تھے کہ فیصلہ تو اللہ کا مانا جاتا ہے جو بندے خدا کی نافرمانی کریں ان کی اطاعت کیسی ان کے ساتھ مزید آٹھ ہزار (شیعہ) مل گئے اور یہ بارہ ہزار ہو گئے۔ (کشف الغمہ صفحہ ۳۶۴)

ان غدار شیعہ سے سرکار علی رضی اللہ عنہ کو وہ جنگ کرنا پڑی جس کی خبر سرکار دوعالم رضی اللہ عنہ نے پہلے ارشاد فرمادی تھی کہ اس گروہ کو وہ جماعت قتل کرے گی جو حق کے قریب ہوگی۔ چنانچہ سرکار علی رضی اللہ عنہ نے ان کو قتل کر کے اللہ کا شکر ادا کیا۔ (درج خطبری ۵/۸۹)

اب معترض کا فتویٰ خود ساختہ خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر لگ رہا ہے۔ بتلائیے کیا یہ محبت علی رضی اللہ عنہ ہے یا دشمنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہے۔ اہل جمل کے شہداء کے حوالہ سے یہ بات بنیادی ہے کہ سرکار سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد بلوایوں نے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا اور اہل اسلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت پر تنگی شروع کر دی گئی۔ اور بلوایوں کے اس قبضے کا سرکار علی رضی اللہ عنہ کو اقرار ہے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کے قصاص کے مطالبے کے

لیے سرکار ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت طلحہ و زبیر اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرام نکلے اور غدار شیعہ نے سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ان کے خلاف ابھارا۔ دونوں فریق آنے سامنے ہو گئے۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ نہ ہی قصاص سے انکاری تھے اور نہ ہی سرکار ام المومنین رضی اللہ عنہا وغیرہ صحابہ کرام سرکار علی رضی اللہ عنہ کے باغی و مخالف بلکہ وہ تو فراہمی لشکر سے سرکار علی رضی اللہ عنہ کی قصاص کے سلسلے میں معاونت کرنا چاہتے تھے چنانچہ مصالحت کی بات چیت مکمل ہو گئی۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سرکار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف اپنا قاصد بھیج کر بتلایا کہ وہ بلاشبہ صلح و اتفاق کے لیے آئی ہیں۔ پس دونوں طرف خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ (طبری ۴/۳۸۹)

پھر سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک خطبہ محبت دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سرکار ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہونے پر پھر خلیفہ حضرت عمر پر پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جمع کر دیا۔ پھر اُمت میں یہ اختلاف کا حادثہ پیش آیا۔ یہ فتنہ باز (شیعہ) دُنیا کے طالب ہیں اس اُمت پر اللہ کی نعمت اتفاق پر حسد کرتے ہیں اسلام اور اس کی اصلاحات کو پس پشت ڈال کر دورِ جاہلیت میں لانا چاہتے ہیں پھر فرمایا سنو میں کل واپس ہونے والا ہوں تم بھی واپس چلو۔ اور میرے ساتھ ان میں سے کوئی بھی نہ چلے۔ جس نے قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں مدد کی ہو۔ (طبری ۴/۳۹۳، البدایہ والنہایہ ۷/۳۳۹، ابن خلدون ۲/۱۰۷۹)

اس خطبہ کے بعد تمام بلوائیوں کے لیڈر جمع ہوئے اور یہ تمام ڈھائی ہزار کے قریب تھے ان میں صحابی کوئی بھی نہ تھا۔ اور کہنے لگے یہ عجیب بات ہے کہ اللہ کی قسم حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کی کتاب کو قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرنے والوں سے زیادہ جانتے ہیں۔ اور اس بات پر عمل کرنے کے زیادہ قریب ہیں اور تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ سن چکے ہو تم دونوں لشکروں کے درمیان ان میں گھل مل کر سو جاؤ، رات میں اُٹھ کر تگوار چلانا شروع کر دینا۔ علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی کہیں گے کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہم نے غداری کی ہے۔ اور وہ کہیں گے کہ علی رضی اللہ عنہ نے غداری کی ہے۔ اور تم اس تدبیر سے قصاص سے بچ جاؤ گے۔ اور مسلمان فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے جو تمہارا مقصود ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ اور سرکار ام

امو منین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بہت روکنے کی کوشش کی۔ مگر اس کی روک تھام نہ ہو سکی اس لیے کہ ہر فریق سے گمان کر رہا تھا کہ دوسرے نے بد عہدی کی ہے۔ اس صورت حال میں ان تمام تر امور کی ذمہ داری ان بلوائیوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام نہاد منتخب (شیعہ) بنے ہوئے تھے تو معترض کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس آیت کا مصداق ٹھہراتی اس کی خباثت ہے۔ پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے ام امو منین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں بکواس کی تو سرکار علی نے فرمایا کہ ام امو منین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مومنوں کی ماں ہیں اور تم اپنی ماں کے بارے میں بکواس کرتے ہو۔ تو جو بکواس کرے گا اس نے ضرور کفر کیا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ۱۳/۲)

کیا سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اس آیت کے مصداق سے بے خبر تھے اور تمہیں صدیوں بعد اس کی خبر ہو گئی۔

اہل صفین کا معاملہ بھی اس کے قریب ہی ہے۔ اس میں بھی مصالحت کی پیشکش کی گئی مگر سہائیوں کی سازشوں کی وجہ سے حالات سنگین تر ہوتے گئے اور یہ جنگ صفین کی صورت اختیار کر گیا اس کی بنیاد بھی وہی ہے جو اہل بمل کی ہے۔ یعنی قصاص کا مطالبہ، مگر اس سے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان تمام مقتولین کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرا کر آیت مذکورہ کا مصداق بتلانا معترض کی خباثت ہے۔ پوری امت مسلمہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سرکار علی المرتضیٰ سرکار امام حسن سرکار امام حسین رضی اللہ عنہم کو اس کا مصداق سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہیں ٹھہراتے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں اگر تمہارے نزدیک سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ہی اس آیت کے مصداق ہیں تو سرکار علی رضی اللہ عنہ اس جنگ کے بعد سرکار معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنے بھائی قرار دے کر ان سے صلح کرنا اور سیدنا امام حسن و حسین کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا ان کو حکومت دینا کیا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایک ابدی جہنمی سے سرکار حسین کریمین رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

تمہارے اس خبیث استدلال و فتویٰ سے سرکار علی اور سرکار امام حسن و امام حسین

ولہم بھی محفوظ نہیں رہتے۔ پھر کیا ابدی جہنمی کے لیے حضور سرور کائنات ﷺ دعا میں فرماتے رہے۔ نعوذ باللہ۔

حالانکہ اس پر اُمت کا اتفاق ہے کہ حضور ﷺ کی دعائے رحمت یقیناً مستجاب ہے۔ ان مقتولین کے قتل کے ذمہ دار سرکار معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ قاتلین عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہاں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا سرکار علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنا اجتہادی خطا ہے۔ اس کو ایمان و کفر کی لڑائی سمجھنا بے وقوفی اور جہالت ہے۔ خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا فیصلہ فرمایا کہ میرا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کا رب ایک، نبی ایک، اسلام کی دعوت ایک۔ ہم ان پر اللہ پر ایمان اور نبی کریم کی تصدیق میں کمی و زیادتی کا دعویٰ ہرگز نہیں کرتے اور نہ ہی وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ ہمارا اختلاف خون عثمان غنی میں ہے حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔ (مجمع البلاء ۲/۱۱۳)

مزید ارشاد فرمایا کہ ان (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کی طرف کفر کی نسبت نہ کرو۔ اور ان کے بارے کلمات خیر ہی ادا کرو اس لیے کہ ہم نے گمان کیا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ بغاوت کی ہے اور یہی گمان انہوں نے کیا۔ (ابن عساکر ۳۲۹)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات (جہل و صفین) کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ ان کی طرف کفر و شرک کی نسبت نہ کرو اس لیے کہ وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ بغاوت کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۷۷، سنن کبریٰ للبیہقی ۲/۱۸، تفسیر قرطبی ۱۶/۲۳۲)

یہی روایت شیعہ کی معتبر کتاب قرب الاسناد صفحہ ۲۵ پر ہے۔ مزید ارشاد فرمایا کہ ہم ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کرتے۔ ہم دونوں اپنے آپ کو حق پر تصور کرتے ہیں۔

(قرب الاسناد صفحہ ۲۵)

مزید یہ کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ ان پر کفر کا اطلاق درست نہیں مانتے۔ یکا مؤمن ہونا فرماتے ہیں۔ (ابن عساکر ۱/۳۳۰، المستفی اللدہ صفحہ ۲۲۵)

اب معترض کو سوچنا چاہیے کہ اس کے اس خبیث استدلال اور فتویٰ کے ذمہ دار سرکار علی بنتے ہیں۔ پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ نے دونوں طرف کے مقتولین کو جنتی قرار دے دیا۔

(مجمع الزوائد ۵/۲۵۶)

اب معترض بتائے کہ اس آیت کا مصداق کون ہے۔ اس کی غیبت سوچ کے مطابق تو اس کے فتویٰ سے سرکار علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں بچتے۔ پھر سرکار امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی ہے۔ اس کو خود شیعہ اکابر نے بھی بیان کیا ہے۔

(دیکھئے: اخبار معرفۃ الرجال المعروف بحال کشی ۱/۳۲۵، جلاء العیون صفحہ ۲۶۰)

معترض کے اس غیبت استدلال سے سرکار حسین کریمین رضی اللہ عنہما بھی محفوظ نہیں رہتے۔ معلوم ہوا، معترض اہل بیت کا محبت یقیناً نہیں بلکہ دشمن ہے۔

12- یہ بات درست ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ظاہری میں بعض منافقین موجود تھے۔ مگر وہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد کے مقابلے میں ایک فیصد بھی نہ تھے ان کو کثرت بتلانا نری دھوکہ دہی ہے۔ صحابہ کرام کی مختلف غزوات میں تعداد بڑھتی گئی حتیٰ کہ غزوہ تبوک میں ۷۰۰۰۰ ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ اور حجۃ الوداع میں ایک لاکھ سے بھی زائد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے اس کو شیعہ عالم نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین صفحہ ۱۵۳ پر تسلیم کیا ہے۔ جبکہ منافقین کی تعداد تین سے چار سو تک مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان منافقین کی خوب مذمت فرمائی ہے۔ اور ان کی خباثت کی نقاب کشائی فرمائی ہے۔ اور پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھرنے مجمع میں ان کو اہل اسلام سے جدا کر کے دفع کر دیا۔ ان کی اس ذلت و رسوائی سے وہ اہل اسلام سے جدا ہو گئے۔ اور اسی طرح یہ لوگ معدوم ہو گئے۔ کچھ جو بچے وہ منکرین زکوٰۃ وغیرہ کی صورت میں سرکارِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور مبارک میں مقتول ہو کر واصل جہنم ہو گئے۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال باکمال کے موقع پر وہ باقاعدہ گروپ کی شکل میں تو موجود ہی نہ تھے اور نہ ہی اہل اسلام سے ان کا کوئی تعلق تھا جو گروپ کی صورت میں کسی سے الحاق کرتے۔ اور نہ ہی انفرادی صورت میں کوئی تعلق پیدا کرتے یا کسی صورت میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شمولیت کرتے۔ یہ کیسے ممکن تھا۔ اس لیے کہ ان کے نفاق و خباثت کا اظہار تو ہو چکا تھا، جس کی وجہ سے خدا اور رسول نے ان کو مردود بارگاہ کر دیا تھا۔

مہر رسول اکرم ﷺ کے وصال با کمال کے بعد بنو ہاشم کو حکومت کے مد مقابل پارٹی کہنا بدترین جھوٹ ہے۔ جب بنو ہاشم کے سردار سرکار علی رضی اللہ عنہ نے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی۔ تو سب بنی ہاشم نے بیعت صدیقی کر لی تھی۔ اور یہ بیعت صدیقی تو ان حضرات اہل بیت کی شیعہ کو بھی مسلم ہے۔ خواہ تقیہ ہی ہو۔

(دیکھئے: روضہ کافی صفحہ ۱۱۵، احتجاج طبری/۱، ۳۸، اصول یاقوتی/۱، ۲۳۶)

تو بنی ہاشم مستحق نہ رہے اور نہ الگ رہے۔ نور اللہ شوستری نے سرکار علی رضی اللہ عنہ سمیت سب بنی ہاشم کا بیعت صدیقی تقیہ کر لینا بیان کیا ہے۔

حضرت امیر و سائر بنی ہاشم از روئے اکراہ بابی بکر بظاہر بیعت کر دند۔

(جلاس المؤمنین صفحہ ۲۲۲)

اور پھر ان ائمہ اہل بیت کی ظاہری موافقت اور اندرونی منافقت نفوذ باللہ اسی طرح بیان کرنا شیعہ کا ہی حصہ ہے۔ کسی مسلمان کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔

ہماری اس گفتگو سے یہ ثابت ہو گیا منافقین کا معمولی ٹولہ رسول اکرم ﷺ کی حیثیت طیبہ ظاہری اور اس کے متصل ہی خدائی اطلاعات کے مطابق معدوم اور نیست و نابود ہو گیا۔ اس گروہ کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر منطبق کرنا شیعہ کی خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لیے کہ منافقین کو رسول اکرم ﷺ نے نام لے لے کر مسجد سے نکالا اور کسی ضعیف روایت سے بھی ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نام لے کر نکالنا ثابت نہیں ہے۔ پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ کا ان کی مدح و تعریف کرنا ان کے مشیر بننا ان کی اقتداء میں نمازیں ادا کرنا ان سے رشتہ داری کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کامل الایمان اور جنتی ہیں۔ اس کے خلاف نظریہ رکھنے والا یقیناً خود جہنمی ہے۔ اور اہل بیت کا دشمن ہے ہم بطور نمونہ صرف ایک ارشاد عالی سرکار علی رضی اللہ عنہ کا نقل کر رہے ہیں۔ سرکار علی نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! میں تمہیں نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ انہیں برا نہ کہو۔ اس لیے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی کام خلاف اسلام نہیں

کیا۔ اور نہ ایسا کرنے والوں کو دوست بنایا۔ اور نہ پناہ دی ہے نبی اکرم ﷺ نے بھی ان کے متعلق بھی یہی وصیت فرمائی ہے۔ (بخاری الانوار ۲۲/۳۰۶)

اور خود سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روشن ستاروں کی طرح ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

(بخاری الانوار ۲۲/۳۰۷، بیون الاخبار ۲/۵۷، انوار النعمانیہ ۱/۱۰۰، معانی الاخبار صفحہ ۱۵۶)

اب معترض کو خود سوچنا چاہیے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر طعن درحقیقت خود سرکار علی رضی اللہ عنہ پر طعن ہے۔

13- معترض کے بقول سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سمیت خلفاء ثلاثہ کی خلافت قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے معترض کا یہ کہنا غلط باطل و مردود ہے۔ اس لیے کہ ان کی خلافت کے لیے قرآن و حدیث میں متعدد اشارے موجود ہیں اور قطعیت کے ساتھ ان کی خلافت منصوص من اللہ ہونے کا تو ہمارا دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ یہ دعویٰ شیعہ کا سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا منصوص من اللہ کا ہے۔ تو یہ ثبوت تو ان کے ذمے ہے ہم اپنے دلائل تو قرآن و حدیث سے ابھی نقل کریں گے۔ اولاً تو اس کا اجماع کو معمولی سمجھنا بالکل اس کی جہالت و حماقت کا منہ بولتا ثبوت ہے اس لیے کہ اس کا ثبوت تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ

الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا۔ (پ ۵ سورۃ النساء)

دخول جہنم کے لیے صرف مخالفت رسول ہی کافی تھی، مگر پھر بھی رب تعالیٰ نے مؤمنین کے راستہ کے غیر کا ذکر کیا ہے۔ اس لیے کہ سبیل المؤمنین اتباع نبوی سے جدا نہیں ہے۔ جب اتباع نبوی سے یہ مؤمنین کا اجماع جدا نہیں ہے تو خلفاء ثلاثہ کی خلافت کیسے متشکی ہو گئی۔

خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر اس آیت کریمہ میں اشارہ موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وعد الله الذين امنوا منكم و عملوا الصلحت ليستخلفنهم في الارض كما استخلف الذين من قبلهم و ليمكنن لهم دينهم الذي ارتضى لهم وليبدلنهم من بعد خوفهم امنا۔ (پ ۱۸ سورۃ نور)

اس آیت کریمہ میں خلفاء راشدین کی خلافت کی طرف اشارہ موجود ہے اور جن امور کو ان کی بطور عداوت بیان کیا ہے وہ ان کے ادوار میں کما حقہ موجود تھیں اس پر ہم کتب شیعہ سے بھی دلائل پیش کر سکتے ہیں خوف طوالت کی وجہ سے ترک کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی دیگر آیات اس کے ثبوت پر موجود ہیں۔ صرف اختصار مانع ہے۔ اب ہم خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر سرور کائنات ﷺ کی چند احادیث بے شمار احادیث میں سے نقل کر رہے ہیں۔

1- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے لیے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں آسمان والوں میں میرے دو وزیر جبرائیل و میکائیل علیہم السلام ہیں زمین والوں میں میرے دو وزیر ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔

(جامع ترمذی ۲/۲۰۹، مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۶۰، مصابیح النبیہ ۳/۱۶۳، مستدرک للحیثمی ۲/۲۶۰، مستدرک ابن الجعد ۱/۲۹۸، الفردوس ۱/۳۸۲، ابن عدی ۲/۵۱۷)

2- حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اقتنوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔
”تم میرے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔“

(مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۶۰، مصابیح النبیہ ۳/۱۶۲، جامع ترمذی ۲/۲۰۷، سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۰، مستدرک ۳/۲۹۰، صحیح

ابن حبان ۱۰/۲۵، مستدرک امام احمد ۳۸۲)

3- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ گزشتہ رات ایک نیک آدمی کو خواب دکھایا گیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منسلک کر دیا گیا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور عثمان رضی اللہ عنہ کو عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے اُٹھے۔ تو ہم نے کہا کہ اس نیک آدمی سے مراد تو خود حضور اکرم ﷺ ہی ہیں اور ان کو اس ذمہ داری کو سنبھالنا ہے۔ جس کے لیے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

(سنن ابوداؤد ۲/۳۸۸، مسند احمد امام ۲/۲۵۵، ابن حبان ۱۵/۳۴۳، مستدرک ۳/۱۰۹، السنۃ لابن ابی عامر ۲/۵۳۷)

3- اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے عثمان رضی اللہ عنہ تمہیں ایک قمیص (خلافت) پہنائے گا۔ اگر لوگ وفی روایۃ منافقین اس کو اتارنا چاہیں تو اسے مت اتارنا۔

(جامع ترمذی ۲/۲۱۰، مسند امام احمد ۶/۱۳۶، ابن حبان ۱۵/۳۴۶، ابی شیبہ ۷/۵۱۵، موارد الطمان ۱/۵۳۹،

مستدرک ۳/۱۰۶، السنۃ ۲/۵۶۲)

اب کتب شیعہ سے چند احادیث پیش خدمت ہیں:

1- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

کے مجلس میں آنے کے وقت فرمایا کہ انہیں اندر آنے کی اور جنت اور میرے بعد

خلافت کی بشارت دے دو۔ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی جنت اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد

خلافت کی بشارت دے دو۔ (تخصیص الثانی ۳/۳۹)

2- حضور اکرم ﷺ نے اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ بے شک

ابو بکر رضی اللہ عنہ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد تیرے والد عمر رضی اللہ عنہ۔

(تفسیر قرآنی ۲/۳۷۶، تفسیر صافی ۴/۱۶۷)

3- میرے بعد سلطنت کے مالک والی ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کے بعد تیرے باپ حضرت عمر

رضی اللہ عنہ۔ (مجمع البیان ۱۰/۳۱۲)

4- تفسیر منہج الصادقین میں اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا تذکرہ فرمایا۔

(تفسیر منہج الصادقین)

5- رسول اکرم ﷺ کے وصال باکمال کے بعد مسجد نبوی میں سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

تشریف لائے تو مجمع عام میں فرمایا کہ گواہ ہو جاؤ، رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بنایا ہے۔ (تفسیر صافی ۲/۵۶۱ ج ۲/۳۰۱)

اس پر اجماع تو خود معترض کو بھی تسلیم ہے۔ اور اجماع کے بارے سرکار علی المرتضیٰ کا فرمان سن لو۔ نہج البلاغہ میں ہے کہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سواد اعظم کا دامن پکڑ لو۔ اس لیے کہ اللہ کا دست قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ علیحدگی اور تفرقہ بازی سے بچو، اس لیے کہ جماعت سے الگ شیطان کا شکار ہے۔ جیسے ریوز سے الگ بکری بھیڑیے کا شکار بن جاتی ہے۔ (نہج البلاغہ صفحہ ۲۶۱)

معلوم ہوا، خلافت ثلاثہ خلفاء کا انکار معترض کی خباثت ہے اور سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ حق پر مذہب اہل سنت ہی ہے۔

14- یہ سوال نمبر ۱۱ کا ہی جزء ہے وہاں اس کی بحث تفصیل سے گزر چکی ہے۔ ازراہ انصاف فیصلہ کیجئے کیا ان حضرات کی طرف سے علی الاعلان خلیفہ وقت کی مخالفت ہوئی یا خلیفہ برحق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے باغی قاتلوں سے قصاص کا جائز اور آئینی مطالبہ تھا۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس موقف کو خود نور اللہ شوستری شیعہ نے مجالس المؤمنین میں ۲۲۶/۱ پر بیان کیا ہے۔ اس میں حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے اسی موقف پر اہل بصرہ کی ایک بڑی جماعت کا آپ کے ساتھ ہونا بیان کیا ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا موقف بھی بالذکر بیان کیا جا چکا ہے۔ نہج البلاغہ کے حوالہ سے سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو قصاص عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو واجب جاننا اور اپنے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلاف کو صرف دم عثمان رضی اللہ عنہ میں منحصر کر دینا بیان ہو چکا ہے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے اس اختلاف کو دم عثمان رضی اللہ عنہ میں منحصر ہونا حق السبقین میں بھی مرقوم ہے، گویا سرکار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت مولا علی رضی اللہ عنہ کے انکاری نہ تھے۔ بلکہ آپ کے ماتحت امیر رہنا اور بیعت کرنا چاہتے تھے مگر ان کو تو مجبوراً اپنے دفاع کے لیے میدان میں آنا پڑا۔

خلیفہ کی مخالفت کا اعتراض اس اعتبار سے بھی باطل و مردود ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور حضرت طلحہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہم خلافت کے تو طالب نہ تھے وہ تو قصاص دم عثمان رضی اللہ عنہ کے

طالب تھے۔ اور یہ صرف ان کا ہی موقف نہ تھا۔ بلکہ مجالس المؤمنین میں مرقوم ہے کہ جنگ صفین میں قریش کے صرف ۵ آدمی تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ اور قریش کے ۱۳ قبیلے جمع اپنے افراد خانہ و اسباب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ (مجالس المؤمنین ۲/۱۷۲) اس لیے یہ حضرات سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے مخالفین کے زمرہ میں ہرگز نہیں آتے اور نہ ہی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا مخالف و دشمن مانا۔ ہاں قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے طریق کار میں اختلاف ضرور تھا۔ جو غلط نہیں اور اجتہادی اختلاف پر مبنی ہے۔ ایسے اختلاف پر گو جنگ کی نوبت ہی کیوں نہ آجائے۔ اسے خلیفہ کی مخالفت اور دشمنی قرار دینا غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنا بھائی قرار دے رہے ہیں حوالہ جات گزر چکے ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام اپنے بھائی کے اس خیال پر سراور داڑھی پکڑی اور زد و کوب کرنا چاہا۔ (القرآن)

ایک اسرائیلی کی مدد کے سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک قطبی کو بطور تمبیہ ایک مکا مارا۔ وہ مر گیا۔ دوسرے دن اسی اسرائیلی نے اپنی مدد کے لیے بلایا تو اس کو آپ نے لغوی مبین کھلا گراہ قرار دیا۔ (القرآن پ ۲۰)

پھر سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے پر آپ کے شیعہ نے آپ کو ندل المؤمنین وغیرہ الفاظ بد سے یاد کیا۔ جلاء العیون وغیرہ میں صراحتہ مرقوم ہے۔ مگر وہ تو امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے دشمن نہ تسلیم کیے گئے۔ آخر کیوں؟ سفیان بن یعلیٰ یہ الفاظ کہنے والا تھا۔ مگر وہ تو مردود نہ ہوا۔ خلیفہ کی مخالفت کا الزام اس کے سر نہ تھوپا گیا۔ اگر ان اختلافات میں ان حضرات پر کفر کا فتویٰ نہیں لگ سکتا تو یہ حضرات جمل و صفین کیوں معتبوب ہیں؟ لہذا خلیفہ رسول کی مخالفت کی سزا کا سوال ہی بعثت ہے۔ یہاں اس کا اطلاق ہی نہیں ہے۔ اور اگر بغرض غلط خلیفہ رسول کی مخالفت ہی ہے۔ اور اس کی جو سزا تم اپنے گمان میں رکھے ہوئے ہو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ان کو اپنا بھائی کہنا قرب الاسناد سرکار حسین کریمین رضی اللہ عنہما کا انہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا۔ (جلاء العیون برجال کشی)

ان حضرات کے بیعت کرنے پر کیا فتویٰ ہے کہ جنہوں نے خلیفہ رسول کی مخالفت کرنے والوں کو اپنا بھائی کہا اور ان کی بیعت کی، اب شیعہ سوچ کر جواب دیں اور معترض کو سرکار علی اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے اس عمل کو پڑھ کر ڈوب مرنا چاہیے۔

15۔ معترض کے اس سوال کا جواب گزشتہ اوراق میں سوال نمبر ۱۱-۱۴ میں مرقوم ہو چکا ہے۔ اس پر مزید یہ باتیں قابل تحریر ہیں کہ منطقی اصول کے مطابق تناقض و تضاد کیلئے آٹھ وحدتوں کا اجتماع شرط ہے۔ ان میں ایک جہت بھی ہے۔ اگر جہت و حیثیت بدل جائے۔ تو دونوں باتیں صادق ہو سکتی ہیں سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلافت کا نظم و نسق بچانے کے لیے تلواریں اٹھاتے ہیں اور بحیثیت خلیفہ سچے ہیں اور حضرات طالبین قصاص انتظام مملکت میں خلل یا خلیفہ کی تبدیلی کے لیے یہ اقدام نہیں کرتے۔ بلکہ خلافت کے وقار کو سنبھالنے اور باغیوں سے قصاص لے کر خلافت کو مزید مستحکم کرنے کے لیے ناگزیر یہ راہ اختیار کرتے ہیں جب قتال کی علت مختلف ہوگئی۔ تو اختلاف علی شئی واحد نہ رہا۔ اپنے اپنے موقف میں دونوں سچے ہوئے۔ معترض کا خیالی دستور انسانی اور اصول فلسفہ باطل ہو گیا۔ ہاں یہ امر اہل سنت میں مسلمہ ہے کہ ان شاجرات میں سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مصیب ہونا برحق ہے۔ مگر دوسرے حضرات کی خطا اجتہادی تھی۔ مگر ان پر اس وجہ سے طعن جائز نہیں ہے اس لیے کہ خلافت و امارت میں طرفین کا نزاع نہ تھا۔ تو مجتہد اگر مصیب ہو تو اس کو دو گنا اجر ملتا ہے۔ اور اگر خطا اجتہادی اس سے ہو تو اس کو ایک گنا اجر ملتا ہے۔ یہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بخاری میں یہ ارشاد مبارک موجود ہے۔ انسان صرف حسن نیت کا مکلف ہے، فکر و عمل میں سہو و نسیان سے پاک دامن رہنے کا مکلف نہیں ہے۔ اور شیعہ علماء کے ہاں تو انبیائے کرام علیہم السلام سے سہو و نسیان بھی جائز ہے۔ (تو یہ حضرات تو بعد کی بات ہے)۔ (مجمع البیان پ ۲ صفحہ ۱۴۲)

خطا اجتہادی پر دشمنی اور طعن و تشنیع اس بناء پر بھی جائز نہیں ہے۔ شیعہ کے ہاں تو ائمہ معصومین بھی اس سے محفوظ نہ رہے۔ خطا اجتہادی کے حوالہ سے متعدد مثالیں نقل کی جاسکتی ہیں۔ صرف اختصار مانع ہے۔ رہا قاتل و مقتول دونوں کا جنت میں جانا تو یہ صراحت کے

ساتھ جمل وصفین والوں کے بارے سرکار علی رضی اللہ عنہ کا فرمان جمع الزوائد کے حوالہ سے نقل ہو چکا ہے۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ ان کو پکا مومن قرار دیتے ہیں ان کے خلاف گفتگو اور ان پر طعن کو ناجائز فرماتے ہیں۔ ان دلائل کی موجودگی میں ان حضرات پر طعن گویا سرکار علی و حسنین کریمین رضی اللہ عنہم پر طعن ہے۔ ان سے دشمنی درحقیقت اہل بیت سے دشمنی ہے۔ اور بعض اوقات قاتل و مقتول دونوں کا جنت میں داخل ہونا تو حدیث صحیح سے بھی ثابت ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اللہ ان دو بندوں پر خوشی کا اظہار فرماتا ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرتا ہے۔ اور دونوں جنت میں داخل ہوتے ہیں مقتول اللہ کے راستے میں لڑتا ہے اور شہید ہوتا ہے پھر اللہ تعالیٰ قاتل کو توبہ اور قبول اسلام کی توفیق دیتا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستے میں لڑ کر شہید ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ صفحہ ۸۳)

معرض کا اعتراض اصولی طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات اہل بیت پر صادق آتا ہے اس لیے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ ان کو اپنا بھائی قرار دیں ان کے اسلام کی گواہی دیں اور ان سے صلح کریں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ان سے نذرانے وصول کریں ان کے ہاں رشتہ داریاں کریں ان کی بیعت کریں ان کے اسلام کی گواہی دیں اور آج یہ ان کا نام نہاد محبت انہیں حضرات کے مدوح کی تنقیص شان کریں ان کو نہ جانے کن کن الفاظ بد سے یاد کریں۔ تو انصاف سے کہیے کہ اس سے ان اعتراضات کی زد میں یہ حضرات اہل بیت آئے یا نہ آئے۔ معرض کو تو ائمہ اہل بیت کے ان اقوال و افعال کو پڑھ کر ڈوب مرنا چاہیے۔

16- جلیل القدر ائمہ محدثین کرام نے اسی قسم کی روایات کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ اس لیے معرض نے اس روایت کا حوالہ نہ بتانے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ حالانکہ اصولی طور پر معرض کو اس روایت محولہ کا حوالہ دینا چاہیے تھا۔ لیکن چور مال مسروقہ کا اتہ پتہ کیسے بتا سکتے ہیں۔ احادیث گھڑنا اپنے مذہب کے لیے یہ شیعہ کا محبوب مشغلہ ہے۔ اس کو ابن ابی حدید شیعہ نے تسلیم کیا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ۱۷/۳)

اس قسم کی روایات محولہ کو ائمہ محدثین کرام نے موضوع قرار دیا ہے۔

(اعلین المتنبیین صفحہ ۱۵۸، الملای المصنوعہ ۱/۳۷۹)

معتز نے جن الفاظ سے روایت نقل کی ہے کتب حدیث معتبرہ میں تو ہمیں نہیں ملی البتہ شیعہ کی کتاب المروضہ صفحہ ۳۰۵ میں مرفوع کی بجائے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر موجود ہے مگر اس میں یہ روایت ان الفاظ سے مرقوم ہے۔ اول دن میں ان الفاظ سے ندا ہوگی جو الفاظ معتز نے نقل کیے اور آخر دن میں یہ ندا ہوگی:

الا ان عثمان و شیعته هم الفائزون۔

خبردار! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کامیاب ہیں۔ (کتاب المروضہ صفحہ ۳۰۵)

تو بات واضح ہو گئی کہ اس روایت سے شیعہ کا استدلال باطل و مردود ہے۔ اس لیے کہ اس میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں سے مراد بھی اہل سنت ہیں اور اہل سنت کی حقانیت تو خود رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اطہر سے بحوالہ کتب شیعہ ثابت ہے۔ ملاحظہ کیجئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص محبت اہل بیت آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نفرت ہوا، وہ سنت جماعت پر نفرت ہوا۔ (جامع الاخبار صفحہ ۱۸۹، کشف الغمہ ۱/۱۰۷)

جو شخص مذہب اہل سنت پر مرے گا، اس کو قبر کا عذاب نہ ہوگا، اور قیامت کی سختیوں سے محفوظ رہے گا، یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو (اہل سنت) جماعت کو دوست رکھے گا، اس کو اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتے محبوب رکھیں گے۔ (جامع الاخبار صفحہ ۸۷)

سرکار علی المرتضیٰ خود بھی اہل سنت تھے انہی کو محبوب رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ اہل سنت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ جو اس نے ہمارے لیے مقرر فرمادیا کو تقبلا ہوا ہے۔ (الاحتجاج طبری ۱/۵۱-۳۹۴)

ان روایات سے اہل سنت ہی کا محبت اہل بیت ہونا اور جنتی حق پر ہونا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

دوسری طرف ائمہ اہل بیت کی مبارک نظروں میں ان شیعوں کا مقام دیکھ لیں۔ سیدنا

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا حقیقی محبت تو وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرنے والا ہے
بائیں معنی سرکار علی رضی اللہ عنہ کے عمر بھر تین یا چار شیعہ تھے۔ (روضہ کافی صفحہ ۲۳)

باقی تمام جم غفیر کو آپ نے وصال سے قبل کفر و نفاق کی سند دے دی امام جعفر صادق
رضی اللہ عنہ اثناعشرہ فی النار کتاب الروضہ ۲۲۲ پر ارشاد فرماتے ہیں سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے ان
شیعوں کے بارے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم میرے خیال میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان لوگوں
(شیعوں) سے میرے حق میں کہیں بہتر ہیں جو اپنے آپ کو شیعان علی کہلاتے ہیں اور گمان
کرتے ہیں حالانکہ انہیں لوگوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ انہوں نے ہی میرا سامان لوٹا اور میرا
مال چھین لیا۔ (ناخ التواريخ/۱۲۳)

کر بلا کے میدان میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں ہمارے شیعوں نے
ذلیل و رسوا کر دیا۔ (مقتل ابی خثفہ صفحہ ۳۳)

امام رضا نے فرمایا کہ اگر ہم شیعوں کی تمیز کے طور پر تعریف کریں تو پھر یہ لوگ ایسے
ہی ملیں گے کہ زبان سے تو بہت تعریفیں کرتے ہوں گے اور اگر ہم ان کا امتحان لیں تو
صرف اور صرف مرتد ہی نکلیں گے اور اگر ان کا خلاصہ اور نچوڑ کر کے بیان کریں ان کے
ایک ہزار میں سے ایک بھی خالص نہ ملے یہاں تک فرمایا کہ اپنی نشست گاہوں پر نگہ لگا کر
بیٹھیں گے اور اپنے کو شیعان علی کہیں گے۔ (مجمع العارف صفحہ ۷)

معلوم ہوا کہ نوید و بشارت جنتی حق پر ہونے کی اہل سنت کی خود کتب شیعہ میں موجود
ہے۔ حقیقی حنفی و شافعی مالکی حنبلی بریلوی ہونا اہل سنت ہونے کو مستلزم ہے۔

۱۷۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اپنے فرزند و داماد حضرت سیدنا عثمان غنی
رضی اللہ عنہ سے خوشگوار تعلقات تھے آپ کا بھائی محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر تنقید کرتا
تھا تو آپ اسے ٹوکتیں تھیں کہ باز آ جاؤ۔ ایک موضوع روایت کی بناء پر آپ کو اس جرم میں
شریک کرنے کی ناپاک کوشش کی جاتی ہے حالانکہ اس واقعہ سے قبل اشتراخی نے حضرت
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ اس شخص (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے قتل کے بارے آپ کی

کیا رائے ہے۔ فرمایا معاذ اللہ میں اماموں کے قتل کا حکم کیسے دے سکتی ہوں۔

(طبقات ابن سعد صفحہ ۳۵۶)

ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم میں نے کبھی پسند نہ کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ کی کسی قسم کی بے عزتی ہو اگر کبھی میں نے ایسا پسند کیا ہو، تو وہی میری بھی ہو۔ خدا کی قسم میں نے کبھی پسند نہیں کیا کہ وہ قتل ہوں۔ اگر (بفرض غلط) کیا ہو تو میں بھی قتل کی جاؤں، اے عبید اللہ ابن عدی رضی اللہ عنہ اس کے بعد تم کو کوئی دھوکہ نہ دے۔ صحابہ کرام کے کاموں کی اس وقت تک تحقیر نہ کی گئی جب تک وہ فرقہ نہ پیدا ہوا۔ جنہوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن کیا انہوں نے وہ کہا جو ان کو نہ کہنا چاہیے تھا، وہ پڑھا ہے جو نہ پڑھنا چاہیے تھا۔ (جزء مطلق انفال العباد صفحہ ۷۶)

معلوم ہوا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالف کہنا شیعہ کا بدترین جھوٹ ہے۔ جو کہ ان کی خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی جنگ جمل کے متعلق مصالحت حسن نیت اور اصلاحی اقدام پھر بلوائیوں کی سازش سے اچانک جنگ کا قصہ (سوال ۱۳ کے جواب میں بالذکر لائل مذکور ہو چکا ہے) اسے دشمنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر محمول کرنا بدترین بدظنی ہے، جو کہ عام مسلمان کے بارے میں بھی حرام ہے۔ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جنگ کے بعد سرکار علی رضی اللہ عنہ اور سرکار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات ہوئی۔ تو ہر ایک نے گریہ وزاری کر کے معذرت اور امر جنگ سے لاعلمی ظاہر کی۔ دو اشخاص نے سیدہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بارے کو اس کی تو سرکار علی رضی اللہ عنہ نے ان کو سو سو ڈرے کی حد لگائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ بخدا کہ یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا و آخرت میں اہلیہ اور تمہاری ماں ہیں۔ ان سے لغزش ہوگئی، ورنہ تم اور ان کے درمیان کوئی خصومت نہیں ہے۔ سرکار سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اظہار برأت کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان کوئی دشمنی نہیں تھی۔ (کذا فی کشف الغمہ صفحہ ۷۴)

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فضائل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ و دیگر اہل بیت کے

مناقب کے متعلق بے شمار روایات مروی ہیں ترمذی میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف انہی سے مروی ہے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنتی جوانوں کی سردار ہونا بھی بخاری میں انہی سے مروی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا آل عباس میں داخل ہونا اور اہل بیت ہونا بھی صحیح مسلم میں انہی سے مروی ہے، کئی بار ایسا ہوا، کہ مستفتی آپ سیدہ کی خدمت میں آتے تو ان کو جواب ارشاد فرما کر سرکار علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانے کی ہدایت فرماتی تھیں۔

(مسند احمد جلد ۶/۱۵۵)

سرکار علی رضی اللہ عنہ سفر سے واپس آتے تو اپنے داماد کی ضیافت فرماتیں۔ (ایضاً) خوارج سے آپ کی مخالفت اور شہادت کا سن کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ خدا علی رضی اللہ عنہ پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔ جب ان کو کوئی بات محبوب ہوتی تو فرماتے: صدق اللہ ورسولہ اہل عراق ان پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ (مسند احمد ۸۲)

ان میں اختلاف تو صرف قصاص خون عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ہوا، اس سے دشمنی ثابت کرنا ان شیعوں کی نری خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

معتز نے جس روایت کا حوالہ دیا کہ بڑھے نعل کو قتل کر دو۔ یہ روایت غلط ہے۔ اس کی سند میں طبری کے حوالہ سے حسین بن نصر محمد بن تویدہ طلحہ بن اعلم وغیرہ مجہول ہیں اس میں ایک راوی ابو نصر بن مزاحم رافضی تھا، کس جرم کی پاداش میں اسے کوڑے لگائے گئے۔ محدثین کرام نے اس کی روایت کو ترک کر دیا عقیلی نے اس کو شیعہ اور اس کی روایت میں بہت زیادہ خطا کا ہونا بتلایا ہے۔ ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہ پرلے اور بچے کا کذاب تھا۔ ابو حاتم نے اسے فضول روایات والا کہا ہے۔ اور فرمایا کہ اس کی روایت کو ترک کر دیا گیا۔ دارقطنی نے بھی اسے ضعیف کہا۔ (میزان الاعتدال ۲/۲۳۲، لسان المیران ۶/۵۷)

اس کا تذکرہ خود کتب اسماء الرجال شیعہ میں بھی موجود ہے۔ (محقق الرجال ۲/۱۷۰)

اس میں ایک راوی سیف بن عمر ہے۔ اس پر بھی کڑی جرح موجود ہے۔ لیس یشیہ کچھ بھی نہیں۔ متروک الحدیث و منکر الحدیث ہے۔ وضع و زندقہ سے مہتم ہے یحییٰ بن معین

نے ضعیف کہا۔ اس کی حدیثیں منکر ہوتی ہیں۔ (میزان الاعتدال ۲/۲۵۵)

پھر اس کا راوی اسد بن عبد اللہ مروی عنہ کا نام نہیں لیتا۔ ثابت ہو گیا کہ یہ روایت من گھڑت ہے۔ اس سے استدلال شیعہ کی جہالت کا منہ بوتا ثبوت ہے۔

پھر درلایہ بھی یہ روایت باطل معلوم ہوتی ہے، اس لیے کہ متعدد روایات سے ثابت ہے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کیا ان کے قتل کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھا، قاتلین پر لعنت کی، سرکار علی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کی تائید میں قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ پر لعنت کی۔ (طبری ۳/۲۹۳، المستفی اللہ ص ۳۲۹)

سرکار عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حوالہ سے مرفوع روایت آپ سے مروی نقل ہو چکی ہے ایک روایت صریح مرفوع مسند ملاحظہ کریں جو اس معترض کے اس طعن کی تردید کرتی ہے۔ سرکار عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت فرمایا تم لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو الزامات سے اسی طرح بری پایا۔ جس طرح صاف ستھرا کپڑا میل سے دور ہوتا ہے۔ پھر تم نے قریب قریب ان کو اس طرح ذبح کیا جس طرح مینڈھے کو ذبح کیا جاتا ہے کیا وہ اس سے قبل ایسا نہ ہوتا تھا۔ یہ سن کر مسروق نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ آپ کا کام تو یہ ہے کہ آپ نے لوگوں کی طرح اپنا پیغام لکھوایا جس میں انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کا حکم دیا۔ مسروق کہتے ہیں کہ میری یہ بات سن کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا کہ خدای قسم جس پر جو من ایمان لائے اور کافروں نے جس کا انکار کیا میں نے لوگوں کی طرف تنقید کا غد پر ایک حرف بھی نہ لکھا اس وقت تک کہ میں تمہارے سامنے اس مجلس میں بیٹھی ہوں اعمش کہتے ہیں کچھ شرارت پسندوں نے خود لکھ کر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر دیا۔ (طبقات ابن سعد ۲/۸۲)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوا معترض کی روایت نقل کرو، کے الفاظ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان اور بدترین جھوٹ ہیں جو ان شیعوں نے گھڑے ہیں جیسا کہ بیان ہوا کہ اس کے راوی بھی رافضی شیعہ تھے۔ میں معترض اور اس کے تمام ہمنواؤں کو چیلنج

کرتا ہوں، تمہاری پیش کردہ روایت کی سند مرفوع صحیح سند چاہے خبر واحد ہی ہو۔ پیش کر دو مگر انشاء اللہ المولئی یہ ان کے بس کی بات نہیں ہے۔

پھر یہ نعل کا لفظ تو قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کی صرف زبان پر جاری تھا۔ سب سے پہلے یہ لفظ بولنے والا جبکہ بن عمرو ساعدی تھا۔ (حمیۃ الخلیل بر منطقی صفحہ ۳۳۳)

اس لیے اس کی نسبت اُم المؤمنین سرکار رضی اللہ عنہا کی طرف کرنا غلط ہے۔

ہمارے ان تمام دلائل و شواہد سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ معترض کا اعتراض باطل ہے۔ سرکار عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے قصاص عثمان رضی اللہ عنہ کے سلسلے میں آئیں ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی نہیں تھی۔ ان کی آپس میں دشمنی بتلانا شیعہ کی خباثت ہے۔ ان کے آپس میں خوشگوار تعلقات پر ہم نے دلائل پیش کر دیے ہیں۔ مگر معترض صرف زبانی جمع تفریق سے اپنا مزعومہ موقف ثابت کرنا چاہتا ہے۔ جو کہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔

18- معترض کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل سنت کے مجتہدین ائمہ اربعہ کی امامت نہ نبوت سے افضل نہ اس کے مثل اور نہ منصوص ہے۔ بلکہ یہ تو قرآن مجید اور سنت نبوی میں درپیش نئے مسائل کے لیے غور و فکر اور صواب درصواب کی تلاش میں اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ غیر منصوص نئے مسائل میں اختلاف رائے تو خود حضرت امام باقر و امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما میں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ اور دیگر اہل بیت میں موجود ہے۔ اور یہی اختلاف امت کے لیے رحمت فرمایا گیا۔ حادثات نو کے حل کے لیے اجتہاد و قیاس کی اہمیت ایک مسلمہ امر ہے۔ خود شیعہ کے ہاں بھی ہر زمانے میں مجتہد مع الشرائع کی ضرورت اور تقلید کا وجوب ہوتا ہے۔ خود ان میں ایسے مجتہدین سینکڑوں ہوتے ہیں جن کے اجتہاد اور فیصلے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں اور اہل سنت کے ہاں ائمہ اربعہ کے مبارک اقوال و اجتہاد کا مآخذ قرآن و سنت ہی ہوتا ہے وہ خود اپنی رائے قرآن و سنت میں اس کے خلاف رائے دینے سے منزعہ ہوتے ہیں۔ ان کے مذاہب قرآن و سنت پر ایسے چھائے ہوئے ہیں جیسے سونے اور جواہرات پر

نقش و نگار اب تیرے لیے کوئی عذر باقی نہیں۔ ان کے راستے جنت میں پہنچانے والے ہیں ان امور کی تصریح امام عبدالوہاب شعرانی نے میزان الکبریٰ ۱/ ۵۵ میں فرمائی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہے کہ جب ان قواعد شرعیہ پر فقہاء نے فقہ کی بنیاد رکھی تو کوئی بھی اختلافی مسئلہ خواہ وہ زمانہ سابق کا ہو یا خود ان کے زمانے کا ہو ایسا نہیں جس کی دلیل (کتاب وسنت سے) نمل سکے۔ ہر مسئلہ پر انہیں حدیث مرفوعہ متصل یا مرسل یا موقوف صحیح یا حسن یا استدلال و اعتبار کے لائق مل گئی۔ یا شیخین یا باقی خلفاء یا قاضیان اسلام کے فیصلے ان کو مل گئے، یا قرآن وسنت کے عموم میں سے بطور اقتضاء النص یا اشارۃ النص ان کو استدلال کی فہم عطا ہوئی۔ تو اس طرز پر اللہ تعالیٰ نے ان کو سنت نبوی پر عمل کرنا آسان کر دیا۔ (جۃ اللہ البانہ ۳۳۸)

امت مسلمہ میں مجتہدین تو بہت ہوئے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان چاروں ائمہ کی امامت پر امت کو متفق کر دیا، امت کی اکثریت کا انہی کی تقلید کرنا ہی ان کے برحق ہونے کی واضح دلیل ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا، اللہ کا دست قدرت و نصرت جماعت پر ہوتا ہے، جو جماعت سے الگ ہوا، وہ جہنم میں پھینکا گیا۔ (ترمذی) خود کتب شیعہ میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کا قول موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والی اس امت کو گمراہی پر جمع نہ فرمائے گا۔ ائمہ اربعہ پر امت کا اتفاق عطیہ خداوندی ہے یہ حکومت کی پیداوار نہیں ہے۔ اگر ایسا خدا نخواستہ ہوتا تو ان حکومتوں کے ساتھ یہ مذاہب ختم ہو جاتے۔ اور وہی حکومتیں ان ائمہ پر ظلم و ستم نہ ڈھاتیں، سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ منصور عباس کے جیل خانہ میں شہادت پائی۔ خلق قرآن کے مسئلہ میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تین سال جیل کے اندر رہے اور ان پر ہر روز کوڑوں کی بارش کی جاتی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ حکومتیں ان ائمہ کی قبولیت عامہ کی وجہ سے ان کی فقہ کی بنیاد پر ملکی قوانین بناتی تھیں۔ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا خود سرکار سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بڑا احترام فرماتے تھے بلکہ ان کیلئے بطور شفقت قیام

تعطیسی فرما دیتے تھے ان کے علاوہ اس دور کے جلیل القدر ائمہ محدثین کرام آپ کی علمی فضیلت کے مداح بلکہ خوشہ چین تھے۔ (تاریخ ابن خلدون)

بلکہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تمام علمی فیضان سرکار علی المرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت سے تھا۔ (الامام الصادق ۱/۲۸۲)

سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے خوشگوار تعلقات تھے جو خود شیعی کتاب الامام الصادق وغیرہ کے مطالعہ سے واضح ہو جائے گا۔ مزید سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے سوتیلے صاحبزادے بھی ہیں حوالہ کیلئے دیکھئے مناقب آل ابی طالب ۲/۲۲۸۔

باقی چار مصلوں کے خانہ کعبہ میں قائم کرنا یقیناً جائز تھا۔ معترض ہمت کرے اور اس کی حرمت کی دلیل پیش کرے۔ ورنہ زبانی فضول جمع تفریق سے اعتراض عبث ہے۔ ایک کے بعد دوسری جماعت کا جواز ظاہر ہے اور یہ آپس میں اخوت بھائی چارہ کو بھی مستلزم ہے۔ پھر سعودی حکومت کا اس کو بدلنا کب دلیل شرعی ہے۔ وہ تو خبیث قسم کے وہابی ہیں انہوں نے آثار قدیمہ اسلام کو مٹانے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ اور یہ ان کی خباثت کی دلیل ہے نہ کہ ان کی اس سے تحسین کی جاسکتی ہے۔ اُمت کی وحدت کو خود شیعہ نے توڑا ہے۔ عقائد سے لے کر مسائل تک تمام اہل اسلام سے جدا مذہب بنالیا ہے۔ پوری اُمت کے اجماعی مسائل کی ہی تردید نہیں بلکہ اللہ کی کتاب قرآن مجید سے بھی انکار کر دیا کہ یہ محرف ہے اس پر کتب شیعہ کے سینکڑوں حوالہ جات لکھے جاسکتے ہیں پھر درجہ امامت کو نبوت سے بھی افضل بتلایا جو کہ حیات القلوب میں مرقوم ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کو جبریل کی غلطی بتلایا کہ اصل وحی سرکار علی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آنا تھی جیسا کہ انوار نعمانیہ میں مذکور ہے۔ پھر محبت اہل بیت ہونے کا ان کا دعویٰ بھی قطعی جھوٹ ہے اس لیے کہ اہل بیت کے بھی حقیقی دشمن بلکہ قاتلین سرکار امام حسین رحمۃ اللہ علیہ بھی شیعہ ہیں جیسا کہ باحوالہ مذکور ہو چکا ہے۔ اصول کافی میں ہے کہ سرکار امام حسین رحمۃ اللہ علیہ کو سرکار سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بادل خواست

جنم دیا ہے تفسیر قمری میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کو مچھر قرار دیا ہے۔ اصول کافی نہج البلاغہ میں ایک قندہ کے دور میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کو سب و شتم کرنا ذریعہ نجات قرار دیا ہے۔ جلاء العیون اور تہذیب امتین میں ہے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ کو بوقت نکاح رخصتی کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ رات کو جب تک میں نہ آؤں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مخصوص کام نہ کرنا۔ العیاذ باللہ کیا یہ دشمنی اہل بیت نہیں ہے امت کی وحدت کو توڑا نہیں گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ مذہب اہل سنت حکومتوں کی پیداوار نہیں بلکہ خود شیعہ کا وجود ہی اس لقب کا حقدار یا کفر و جاہلیت کی یادگار ہے۔ کیا اسلام کے نام پر فرقہ بندی سے اسلام کو جھٹلایا جائے اور اسے حکومتوں کی پیداوار کہا جائے گا؟ لہذا معترض کا سوال ہی اس کے اسلام اور مسلمان سے بحث باطن کی نشاندہی کر رہا ہے۔

19۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تنقیص شان کرنے والا اور آپ کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نہ ماننے والا جہنمی خبیث مردود ہے۔ اس میں کیا شک ہے اس لیے کہ اللہ کے محبوب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے تھی۔ اسی روایت کو خود تاریخ روضۃ الصفا شیعہ میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ تفسیر منہج الصادقین کی روایت کے مطابق تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گستاخ کی توبہ بھی قبول نہیں ہے۔ خود سرکار علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ عائشہ کو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا تسلیم کرتے ہوئے بیان فرمایا اور ان کی تنقیص شان کرنے والے کو مطعون و مردود کہا ہے۔ مناقب ابن شہر آشوب میں مذکور ہے۔ ان کے فضائل لاتعداد ہیں باقی نجیب آبادی کی تاریخ اسلام سے جو واقعہ جس کی طرف اشارہ معترض نے کیا ہے وہ بالکل غلط ہے۔ مذکور مؤرخ کی حیثیت تو متعین کرو۔ جب نہ تمہارے پاس اور نہ مؤرخ صاحب کے پاس اس واقعہ کا ماخذ موجود ہے تو اس کو صحیح کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے اگر بفرض غلط ایسا ہی ہوتا۔ تو یہ کوئی مخفی رہنے والی بات تھی؟ مدینہ طیبہ میں کھرام مچ جاتا۔ ہزاروں کتب میں سیدہ عائشہ صدیقہ کے تذکرے موجود مگر یہ واقعہ مفقود ہے آخر کیوں؟ یہ تمام شواہد اس امر کی واضح دلیل ہیں کہ یہ واقعہ جھوٹ باطل و مردود

ہے، حقیقت سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں ہے، امر واقعہ ان کے وصال کا یہ ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں بیمار ہوئیں۔ ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ کو طبعی طور پر وصال فرمایا۔ آخری وقت میں وصیت فرمائی کہ مجھے رات کے وقت کفنا یا دفنایا جائے۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ کا اجتماع بہت عظیم تھا۔ آپ کو قبر میں اتارنے والوں میں عبد اللہ بن زبیر، عروہ بن زبیر، عبد اللہ بن محمد بن عبد الرحمن، عبد اللہ بن عبد الرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی ہیں یہ تمام تفصیلات بے شمار کتب میں موجود ہیں۔ چند ایک حوالہ جات درج کیے جاتے ہیں۔

(طبقات ابن سعد ۸/۷۷۷، ۸/۷۸۰، ۸/۷۸۶، البدایہ والنہایہ ۸/۹۴، زرقانی علی المواہب اللدیہ ۳/۶-۲۳۵) یہی امور واقعہ خود شیعان علی کو بھی مسلم ہیں۔ حوالہ کے لیے ملاحظہ کیجئے: تاریخ یعقوبی ۲/۲۳۸، منتخب التواریخ صفحہ ۳۰۴۔

ہم نے بحمد اللہ دلائل قاطعہ سے معترض کے پیش کردہ واقعہ کو غلط ثابت کر دیا ہے بلکہ خود شیعہ کی کتب سے ہی اس اعتراض کی تردید ہو گئی، اب معترض اپنے ان اکابر کے حوالہ جات پڑھے اور ڈوب مرے۔

مردان کے حوالہ سے اہل سنت کو مطعون کرنے سے قبل معترض کو اپنی کتب شیعہ کا مطالعہ کر لینا چاہیے تھا، کہ مردان کے بارے اس کی اپنی کتب کیا کہتی ہیں۔ نیچے البلاغہ میں ہے کہ سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مردان کو معاف کر دیا اور اس کی سفارش کرنے والے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما تھے۔ (نیچے البلاغہ صفحہ ۱۰۲، مروج الذهب ۲/۳۲۹)

پھر اس مردان کی اقتداء میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما نماز ادا کرتے رہے۔ بلکہ اس کی بھی صراحت موجود ہے۔ کہ وہ اس کی اقتداء میں ادا کی جانے والی نمازوں کا اعادہ بھی خدا کی قسم نہ کرتے تھے۔ (بحار الانوار ۱۰/۱۴۱)

پھر سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ بھی اسی مردان نے پڑھائی۔ (کتاب الجملہ یات صفحہ ۲۱۰، قرب الانوار ۲۱۰)

اب معترض ہی بتلائے کہ اس کے اعتراض کی دھجیاں تو خود ائمہ اہل بیت نے خود اسی کی کتب شیعہ کے حوالہ سے بکھیر دی ہیں اور بعض شیعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قتل کا واقعہ کا ذمہ دار سرکار امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ٹھہراتے ہیں یہ بھی ان کے سیاہ قلوب کی طرح سیاہ جھوٹ ہے۔ جس کا کوئی بھی ثبوت ان کے پاس موجود نہیں ہے۔ اصل میں شیعہ مذہب ہی سارا من گھڑت مذہب ہے۔ ان کے بنیادی ستونوں نے ائمہ اہل بیت کی طرف ایسے گندے مسائل و عقائد کی نسبت کی ہے کہ جن کا تصور ان اہل بیت ائمہ کی طرف کوئی بھی مسلمان نہیں کر سکتا۔ ان کے مذہب کی بنیاد ہی جھوٹ (تقیہ) پر ہے۔ اس لیے معترض کا یہ اعتراض بھی اس کی دھوکہ دہی ہے۔ جس کی حقیقت کا دور سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔

20- معترض کا یہ سوال درحقیقت سرکار سیدنا صدیق اکبر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما و سرکار علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور استحقاق خلافت کے متعلق ہے اس پر متعدد دلائل گزشتہ اوراق میں گزر چکے ہیں چند ایک معروضات مزید پیش خدمت ہیں۔

اولاً شیعہ کے ہاں افضلیت و خلافت کا مدار نص پر ہوتا ہے۔ اوصاف خاصہ پر ہرگز نہیں۔ قتال و علم وغیرہ کمال کے باوجود اگر نص نہ ہو تو اسے خلیفہ یا افضل نہیں کہا جاسکتا۔ مثلاً سرکار علی رضی اللہ عنہ کے دور مبارک کی جنگوں میں سب سے زیادہ بہادری کے کارنامے اشتر غنمی کے ہیں۔ خود کتب شیعہ میں مذکور ہے کہ سرکار علی رضی اللہ عنہ نے اس کے حق میں ارشاد فرمایا کہ اشتر میرے حق میں ایسا ہے جیسا کہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تھا۔ اشتر لشکر کے دلائن تھے اور بائیں حصے پر تلوار اور نیزے سے شیر بہر کی طرح حملے کرتا ہے۔

(عباس المؤمنین صفحہ ۷۸)

اہل سیر و مؤرخین کے بیانات کی روشنی میں سرکار علی رضی اللہ عنہ کے تمام اصحاب اور طرفداروں میں جو علم و تفقہ میں درجہ و مرتبہ سرکار ابن عباس رضی اللہ عنہما کا تھا، وہ حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے سمیت کسی اور کا نہ تھا۔ اور نہ حسین کریمین رضی اللہ عنہما کے مبارک ہاتھوں حمل و صفین و نہروان میں چنداں مقتول ہوئے۔ اس تفاوت کے باوجود سرکار علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف جمیلہ سے دیگر

صحابہ کرام کے کمالات مبارکہ سے موازنہ کر کے افضلیت ثابت کرنا باطل و مردود ہے۔ سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی افضلیت و خلافت پر ہم صریح نص پیش کر چکے ہیں کہ میرے بعد خلیفہ ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر (اے حفصہ رضی اللہ عنہا) تیرے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ)۔

(تفسیر قمی صفحہ ۳۵۴، تفسیر مائت ۵۲۳/۲، مجمع البیان ۵/۳۱۳)

ثانیاً شیعہ کے ہاں خلفاء ثلاثہ جب مومن ہی نہیں ہیں نعوذ باللہ تو ان کے ساتھ سرکار علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف مبارکہ کا موازنہ کیا معنی رکھتا ہے۔ اسم تفضیل کا استعمال مفضل اور مفضل علیہ کا نوع و جنس میں اتحاد چاہتا ہے۔ تو گویا ان کا آپس میں موازنہ کرنا ان کے مومن کامل ہونے کا اعتراف ہے۔ جس سے اہل سنت کا بول بالا اور شیعہ کا منہ کالا ہوا۔

ثالثاً کسی گروہ میں بھی افضل حضرات کا پتہ اس وقت ہو سکتا ہے مگر بی اس کا خود فیصلہ کر دے۔ مگر بی اس سے وہ خدمت لے جو سب سے افضل سے لی جاسکتی ہے۔ پورے گروہ کا اس پر اتفاق ہو جائے، مجموعی طور پر اوصاف اس کیلئے ثابت ہوں اگرچہ بعض اوصاف میں جزوی فضیلت کسی اور کے لیے ثابت ہو۔ ان تمام قواعد کی روشنی میں افضلیت شیخین کریمین کو ہی ملتی ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو الٰہی سب سے بڑا پرہیزگار قرار دیا ہے۔ آیت قرآنی و سبحبہا الانقی کا شان نزول بالاتفاق خصوصاً مجمع البیان ۵/۵۰۱ جزء ۱۰ شیعہ کے مطابق سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات ہے۔ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے ان کو اولوا الفضل قرار دیا ہے۔ ولا یاتل اولو الفضل منکم کا شان نزول بھی مجمع البیان ۴/۱۳۳ جزء ۷ میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ امر دوم افضل سے ہی افضل خدمت تو امامت خود سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کرنا سرکار علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی کے باوجود مسئلہ کو واضح کر رہا ہے۔ (درہ بھیجہ صفحہ ۲۲۵)

پھر سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر رجب مقرر فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام ۴/۱۸۶)

اس طرح امر سوم کہ اس گروہ کے اتفاق کا رجحان بھی اسی طرف ہو تو خلفاء ثلاثہ کی

افضلیت واستحقاق خلافت پر صحابہ کرام کا اتفاق روز روشن کی طرح واضح ہے بلکہ خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ باحوالہ کتب شیعہ سے منقول ہو چکا ہے۔ پھر سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ظاہری میں ثانیِ اشنین کے لقب سے اور سرکار عمر رضی اللہ عنہ کا ناطق الملک علی لسانہ کے لقب سے مشہور ہونا خود شیعہ کو بھی مسلم ہے۔ (رجال کشی ۱/۳۰-۳۱)

رسول اکرم ﷺ بھی ان کو اسی ترتیب سے ہی بلاتے تھے جیسا کہ سرکار سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر بلایا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۴۷)

امر چہارم اوصاف جمیلہ کی افضلیت خود سرورِ کائنات ﷺ اور سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات عالیہ سے خلفاء ثلاثہ کی ثابت ہے۔ تو پھر معترض کا اوصاف کے ایک ایک جزئیہ میں تقابل کرنا محض بے جا ہے۔ سرکار علی رضی اللہ عنہ اپنے کو سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر افضلیت کا قول کرنے والے کو کوڑے مارنے پر برسرِ منبر ارشاد فرماتے ہیں اور اسے مفتری کذاب بتلاتے ہیں۔ (رجال کشی ۲/۶۹۵)

پھر سرکار علی رضی اللہ عنہ کے شجاع ہونے سے کسی خبیث کو ہی انکار ہو سکتا ہے اسی طرح خلفاء ثلاثہ کی شجاعت کا انکار کوئی بد بخت دشمن اہل بیت شیعہ ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ مدارِ فضیلت تو جنگوں میں شرکت ثابت قدمی اور جرأت ہے۔ بالفعل قتل کرنا تو اتفاقی امر ہے۔ معترض کے موافق تو حضرت ابوذر غفاری، حضرت ابوذر داء، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم جو عند الشیعہ کامل الایمان ہیں، سے بھی اس کا ثبوت مشکل ہے۔ بلکہ خود سرورِ کائنات ﷺ سے صرف ایک شخص نیزہ نبوی سے خراش کی وجہ سے بطور معجزہ قتل ہوا۔ اگر معترض کے ہاں یہی مدارِ فضیلت ہے تو معترض بتلائے کہ رسول اکرم ﷺ اور سرکار علی رضی اللہ عنہ کے مابین افضلیت تمہارے خود ساختہ کلیہ سے کس کو ہے؟ قزمان نامی آدمی نے ابنِ ہشام کی روایت کے مطابق احد کے غزوہ میں ۹ آدمیوں کو قتل کیا۔ پھر خود کشی کر لی۔

بخاری کی روایت کے موافق غزوہ موتہ کی فتح سرکار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دست

اقدس پر ہوتی ہے اور اہل سیر و تاریخ کے بقول ۹ تلواریں غزوہ موتہ میں سرکار خالہ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس میں ٹوٹیں اور بے شمار کفار ان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ (ابن سعد ۲/۱۳۰)

معلوم ہوا کہ کفار کی کثرت قتل ہی مدار فضیلت نہیں ہے۔ بلکہ مجموعی طور پر اوصاف و کمالات مبارکہ ہیں۔ پھر سرکار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شجاعت مبارکہ کے بارے سرکار علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد مبارک بغور پڑھو اور ڈوب مرو سرکار علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگو! میں تم میں بیان کروں کہ ہم میں سب سے زیادہ شجاع کون ہے۔ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ غزوہ بدر کے موقع پر ہم نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک جھونپڑا بنایا اور ہم نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون رہے گا۔ تاکہ مشرکین میں سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آئے۔ خدا کی قسم اس کام کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کوئی نہ آیا سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کہ یہ تلوار سونت کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہانے کھڑے ہو گئے۔ جب کوئی بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آنے کا قصد کرتا۔ یہ اس کی طرف جھپٹ کر جاتے۔ یہ تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر تھے۔ (کذا فی المصنف ۵/۲۳۰)

غزوہ احد میں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو قتل کرنا چاہا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تلوار میان میں رکھ کر اپنی جگہ واپس آ جاؤ۔ اور اپنی ذات سے ہمیں فائدہ پہنچاؤ۔ (کشف المہجۃ صفحہ ۲۵۳)

مکی دور میں تنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے زرعے سے چھڑانا تکالیف برداشت کرنا سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا کتب سیرت میں متعدد جگہ مذکور ہے جو جرات کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ ہجرت کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رفاقت اور تنہا رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمانا شجاعت صدیقی کا ہی خاصہ ہے۔ اور جہاں تک شجاعت فاروقی کا تعلق ہے۔ تو اس کے بارے میں بھی خود سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری معلومات کی مطابق جس کسی نے بھی ہجرت کی چھپ کر کی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے علانیہ طور پر ہجرت کی ہے۔ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا، تو اپنی تلوار گلے میں لٹکائی۔

اپنے کندھے پر کمان رکھی، اور اپنے دست مبارک میں تیر پکڑے خانہ کعبہ کے پاس آئے، اس کے صحن میں قریش مکہ کے سردار جمع تھے، بیت اللہ کا طواف کیا، پھر مقام ابراہیم علیہ السلام پر نوافل کی ادائیگی کے بعد ایک ایک مشرک کافر کے پاس آئے، اور فرمایا کہ یہ چہرے ذلیل ہو جائیں گے، جس کا ارادہ ہو کہ اس کی ماں اسے ٹاپید کر دے۔ اور اولاد یتیم ہو جائے، اور اس کی بیوی بیوہ ہو جائے، وہ مجھے ہجرت سے روکے، مگر کسی کو اس کی جرأت نہ ہو سکی۔

(فتح کنز العمال ۲/۳۸۷)

غزوہ بدر میں سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے مشہور پہلوان ابو جہل کے بھائی اور اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کر کے واصل جہنم کیا۔ (سیرت ابن ہشام ۱/۷۷۸)

پھر کوئی پہلوان مقابلے کی جرأت نہ کرتا، غزوہ احد میں ابوسفیان کو پتھروں سے بھگادیا تھا۔

اس غزوہ احد میں رسول اکرم ﷺ اپنے صحابہ کرام کی معیت میں گھائی میں تشریف فرما تھے۔ بعض کفار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ (جو اس وقت اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے) ان کے سپہ سالار تھے پہاڑ پر چڑھ گئے۔ سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے بعض مہاجرین کے ساتھ ان کا زبردست مقابلہ کیا اور انہیں نیچے اترنے پر مجبور کر دیا۔ (دین ہشام ۲/۵۳، طبری ۲/۲۱۱)

سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اس وقت بھی غزوہ احد میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے یہ مجمع البیان میں بھی مذکور ہے۔ اسی طرح غزوہ خندق میں شجاعت فاروقی خود ملا باقر مجلسی نے بھی ذیل لفظوں میں تسلیم کی ہے۔ (حیات القلوب ۲/۳۶۶)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم و فضل سے انکار تو کوئی خبیث دہابی ہی کر سکتا ہے اور سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے علم و فضل سے انکار کوئی معترض جیسا خبیث ہی کر سکتا ہے، خود سرور کائنات ﷺ نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں ابو بکر اس کی بنیاد عمر اس کی دیواریں اور عثمان اس کی چھت ہے۔ علی ج اس کا دروازہ۔ (کذا فی فردوس الاخبار)

بے شمار واقعات ایسے ہیں کہ جو علمی مسائل کسی دوسرے سے حل نہ ہوتے وہ شیخین

کریمین سے حل ہوتے، سرکار صدیق اکبر علیہ السلام علم نبوی کے وارث تھے۔ علم الانساب تعجب خطابت کے بڑے ماہر تھے۔ (تاریخ اہل علم)

یہی وجہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سرکار علی کے سمیت سب صحابہ رضی اللہ عنہم کی امامت عطا کر دی۔ دوسری طرف اعلیٰ امام کو ہی امام بنانے کا حکم فرمایا۔ ترمذی میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس قوم میں ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں کسی اور کو امامت لائق نہیں اسی لیے کہ سنت نبوی کے سب سے بڑے عالم آپ ہی ہیں۔ او کما قال، پھر سرکار عمر رضی اللہ عنہ کے علم و فضل کی گواہی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ فرمایا: مجھے خواب میں دودھ کا پیالہ دیا گیا۔ میں نے پیا حتیٰ کہ اس کا اثر میرے ناخنوں سے ظاہر ہونے لگا۔ جو بیچ گیا وہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیا صحابہ کرام نے اس کی تعبیر دریافت کی تو فرمایا اسی دودھ سے مراد علم ہے۔ (بخاری ۵۲۰/۱، مسلم ۲۷۲/۲)

فرمایا میری امت کے محدث سرکار عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ترمذی ۲۱۰/۲)

متعدد صحابہ کرام تابعین نے سرکار عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے زیادہ علم و فضل کی گواہیاں دی ہیں۔ (تاریخ اہل علم ابن اثیر وغیرہ)

پھر سرکار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی سخاوت جلیلہ کے واقعات نورانی کثرت سے کتب حدیث و سیرت میں مروی ہیں سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان بارگاہ اقدس میں پیش کر دیتے ہیں جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا۔ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ (ترمذی ۲۰۸/۲، ابوداؤد ۲۳۶/۱)

بلکہ خلفاء ثلاثہ بڑے فیاض تھے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو سب سے بڑے سخی تھے۔ خود شیعہ محقق جبیلانی نے لکھا، خلفاء ثلاثہ نے اپنے آپ کو مال دنیا سے الگ رکھا۔ اور دنیا میں زہد کو اختیار کیا۔ اور دنیا کی طرف رغبت اور اس کی خاطر زینت کو ترک کر دیا۔ تھوڑی چیز پر قناعت اور موٹا کھانا اور ٹاٹ پہننا اختیار کیا۔ جس وقت کہ مال ان کے پاس موجود تھا۔ ان کو لوگوں پر تقسیم کر دیتے تھے اور اپنے آپ کو اس سے آلودہ نہ کرتے تھے۔

(فتح اسلم بحوالہ تفسیر آیات قرآنی صفحہ ۱۳۸)

خود سرور کائنات ﷺ نے سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مال کی بابت ارشاد فرمایا کہ جس قدر مجھے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع دیا اتنا کسی اور کے مال نے نہ دیا۔ (ترمذی ۲/۲۰۷)

بخاری میں مرقوم ہے کہ سرکار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کی رفاقت صحبت اور اتفاق مال کے اعتبار سے سب سے بڑے محسن تھے ان کے پاس قبول اسلام کے وقت چالیس ہزار درہم موجود تھے۔ وہ سب راہ اسلام کے لیے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پیش کر دیتے۔ (ابن مساکر)

رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی نے مجھ پر احسان کیا میں نے اس کا بدلہ دے دیا ایک ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے جس کے احسانات کا بدلہ رب العالمین عطا فرمائے گا۔ (ترمذی ۲/۲۰۷)

اسی طرح سرکار عمر رضی اللہ عنہ کی فیاضی کی بابت اسلم مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے وصال باکمال کے بعد زیادہ بچتہ کار اور فیاض و سخی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کسی کو نہ دیکھا۔ (بخاری ۱/۵۲۱)

پھر سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی سخاوت غزوہ تبوک کے موقع پر سات سو اوقیہ سونا ایک ہزار سواریاں بارگاہ رسالت میں پیش کیں۔ (کذا فی المنتخب ۵/۱۳)

پھر اسی غزوہ تبوک میں تہائی لشکر ۳۰ ہزار دینار کا سامان فراہم کیا یہاں تک کہا جانے لگا کہ کوئی حاجت باقی نہ رہی۔ جو سرکار عثمان رضی اللہ عنہ نے پوری نہ کر دی، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سرکار عثمان رضی اللہ عنہ نے ۱۰ ہزار دینار بارگاہ رسالت ﷺ میں بھیجے۔ حضور اکرم ﷺ ان کو ہاتھ سے اُلتے پلٹتے تھے کبھی دونوں مبارک ہاتھوں کی پشت ظاہر ہوتی اور کبھی ہتھیلیاں مبارک اور ساتھ ہی ساتھ وہ فرما رہے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کا کوئی عمل آج کے بعد اس کو ضرر نہ دے گا۔ (المنتخب ۵/۱۳)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے اس فیاضی و سخاوت کی وجہ سے جتنے مرتبہ جنت کی بشارت دی۔

- 1- جب چیش عسرہ کو تیار کیا گیا۔
 - 2- مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کی گئی۔
 - 3- جب بزرگ رومہ یہودی سے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا گیا۔
 - 4- جب اپنے دور حکومت میں مسجد نبوی کی تعمیر و توسیع کی، تو اس وقت ایک ارشاد نبوی بشارت جنت کا نقل کیا۔
 - 5- جب آپ ﷺ نے سرکار عثمان رضی اللہ عنہ پر بلوے اور بشارت کا ذکر کیا تو فرمایا انہیں جنت کی بشارت ہو۔
 - 6- پھر عشرہ مبشرہ کو جنتی ہونے کی نوید سنائی تو ان میں سرکار عثمان رضی اللہ عنہ کا نمبر ۳ ہے۔
- (در مختلف احادیث صحاح)
- ہمیں اختصار مانع ہے ورنہ اس پر ایک ضخیم دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ پھر عبادت گزاری زہد و تقویٰ بھی خلفاء ثلاثہ کا بے مثال تھا۔ راتوں کو قیام مشیت خداوندی سے رونا تقویٰ و پرہیزگاری پر بھی بے شمار واقعات موجود ہیں۔ اشد علی الکفار تو سرکار عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کہا گیا اور قول بعض پر سرکار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھی زیادہ اصح قول اول ہے۔ اس پر سینکڑوں دلائل قائم ہیں کفار و منافقین کے متعلق سرکار عمر رضی اللہ عنہ کی سختی و شدت روز روشن کی طرح واضح ہے۔ حدیبیہ کے حوالہ سے قول معترض نے تو زمر و زکر پیش کیا ہے۔ وہاں تو مقصود صرف یہ تھا کہ سرکار عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان زیادہ موثر تھا۔ ورنہ یہ نہیں کہ وہ ڈر کے مارے نہ گئے اگر ڈرتے تو اعلانیہ ہجرت کیوں کرتے۔ اعلان اسلام کعبہ میں کیوں کرتے وغیرہ یہ معترض کی خواہش ہے۔ اس لیے کہ سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے کفار سے بیشمار فتوحات اسلام کیلئے حاصل کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مفتوحہ علاقہ جات ۲۲۵۱۰۳۰ مربع میل تھا۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو جائے گا کہ سرکار عمر رضی اللہ عنہ کے کارنامے خدمت اسلام کے لیے کس قدر تھے معترض نے بعض صحابہ کرام پر ایسے ہی اعتراض جڑ دیا ہے۔
- 21- اس روایت کا شیعہ کے عقیدہ امامت سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اور اس کے

مصدق بارہ امام جو عند الشیعہ ہیں ہرگز نہیں ہیں اس لیے کہ اہل سنت کے ہاں درجہ خلافت اور عند الشیعہ درجہ امامت میں زمین آسمان کا فرق ہے، عند الشیعہ امامت کی شرائط چند ایک درج ذیل ہیں۔

1- اللہ تعالیٰ پر یہ لازم ہے کہ امام مقرر فرمائے، تاکہ وہ دنیا سے شر و فساد کی بیخ کنی فرمائے۔ (عین الحیۃ صفحہ ۶۹)

2- انسانوں کی باہم ایک دوسرے پر زیادتی کا خاتمہ کرے۔ (عین الحیۃ صفحہ ۶۹)

3- اسلام اور اس کے ماننے والوں سے جنگ کرنے والے سے جنگ کرے۔

(عین الحیۃ صفحہ ۶۹)

4- امام کے لیے اپنے دور کا سب سے بڑا بہادر ہونا ضروری ہے، تاکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جس مقصد کے لیے مقرر فرمایا۔ اس کے تحفظ کا اہل ہواور مخالفین کا سر نیچا کر سکے۔

5- زانی شرابی قاذف ڈاکو چور پر وہ حدود اللہ جاری کرے، جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں تاکہ نظام قیام حدود سے فتنہ و فساد مٹ جائے، اور امن و آشتی کا دور دورا ہو۔

(کشف الغمہ ۱/۵۶، اصول کافی ۱/۲۰۰)

6- خمس وصول کرے اور اگر خود موجود نہ ہو تو اس کا نائب اس کا فریضہ سرانجام دے۔

(اصل الشیعہ و اصولہ صفحہ ۱۸۵)

7- مسلمانوں سے زکوٰۃ اور غیر مسلموں (ذمیوں) سے خراج وصول کرے۔ اور مال

غنیمت کی وصول کا اہتمام کرے، تاکہ ان صدقات سے وصول شدہ مال کے خرچ سے

ملکی معیشت درست رہے اور غربت و تنگدستی کا سد باب ہو جائے۔ (کشف الغمہ ۱/۵۶)

8- نظام عالم کا نگران و نگہبان امام ہوتا ہے۔ یعنی روئے زمین پر بسنے والے تمام

مسلمانوں اور ان کے مفادات کا تحفظ امام کے ذمے ہوتا ہے اگر کسی بھی جگہ شورش اور

غیر مسلموں کی شرارت سر اٹھائے، تو اس کی سرکوبی امام کے ذمہ ہوتی ہے۔

(اصول کافی ۱/۲۰۰، حدیث الشیعہ صفحہ ۲۷۳)

9- ارکان اسلام (نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ) کی بجا آوری کی ذمہ داری اٹھائے۔

(اصول کافی/۱/۲۰۰)

10- سرحدوں کی مکمل حفاظت اور مملکت اسلامیہ کی چاروں اطراف کی کڑی نگرانی و نگہبانی کرے، تاکہ کسی غیر مسلم ملک اور اس کے صاحبان اختیار کے حملہ سے رعایا بالکل محفوظ رہے۔ (ایضاً)

11- ائمہ اور درجہ امامت تمام انبیاء اور درجہ نبوت سے افضل ہیں۔ (حیات اقلوب/۲/۵۲۶)

درج بالا مقاصد اور ذمہ داریاں امام کے لیے ضروری ہیں ہمارا شیعہ سے سوال ہے کہ ان تمام تر ذمہ داریوں کو ان بارہ ائمہ نے پورا کیا ہے۔ کیا یہ امر واقعی ہے کہ یہ بارہ ائمہ حدود اللہ جاری کرتے رہے۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ ان بارہ ائمہ میں سے ہر ایک نے زکوٰۃ و صدقات خراج و جزیہ وصول کیا ہے۔ کیا ان بارہ ائمہ نے اپنے اپنے دور امامت میں فتنہ و فساد اور ظلم و شردنیا سے ختم کیا ہے۔ کیا ممالک اسلامیہ کی سرحدوں کی حفاظت اور کفار کے ساتھ جہاد کے فرض کو تمام بارہ ائمہ نے پورا کیا ہے۔ اگر نہیں تو یہ بارہ ائمہ اس روایت کے کیسے مصداق ہو سکتے ہیں۔ جن میں خود عند الشیعہ امامت و خلافت کی اہلیت نہیں ہے ہر ذی ہوش جانتا ہے کہ ان بارہ ائمہ میں سے صرف سرکار علی المرتضیٰ اور سرکار امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ہی صاحب اقتدار ہوئے باقی نہیں۔ باقی جمہور اہل سنت کے ہاں یزید پلید ان بارہ خلفاء میں شامل نہیں ہے۔ تاریخ الخلفاء و شرح فقہ اکبر کے مؤلفین کا یہ تسامح ہے یا ذاتی رائے یا فقط ایک قول کا ذکر اور وہ بھی یزید پلید کی تعریف و توصیف کے ہرگز قائل نہیں ہیں اس لیے کہ ان کے ہاں یہ تمام خلفاء کی خلافت علی منہاج النبوت کے حاملین مراد نہیں ہیں اس میں دونوں طرح کے حضرات ہو سکتے ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ان خلفاء کی دینی عدم دشنام میں مروی نہیں ہے۔ بنا بریں خلافت کے لفظ کا اطلاق اس حدیث میں مجازی معنی کے طور پر ہے۔ ہاں اس حدیث میں خلافت سے مراد حقیقی معنی خلافت نبوت ہے۔ فرمایا کہ خلافت میرے بعد تیس سال ہوگی۔ (فتح الباری) جہاں تک بارہ خلفاء کی

روایت میں لایزال هذا الدین عزیزا کا تعلق ہے۔ تو اس غلبے سے مراد دین کا اندرونی داخلی غلبہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ دین کا خارجی غلبہ ہے۔ باقی ہم نے جو یہ چند سطریں لکھیں یہ صرف بعض کے تفرد یا حکایت کے طور پر قول کے حوالہ سے لکھیں وگرنہ ہم صراحت سے بتا چکے ہیں کہ یزید کو جمہور اہل سنت نے ان بارہ میں شمار نہیں کیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یزید بن معاویہ اس شمار سے باہر ہے۔ اس لیے کہ معتدین عدت تک اسے استقرار نہ رہا اور اس کی سیرت بد بری ہے۔ (قرۃ العین صفحہ ۲۸)

پھر امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے تو تاریخ الخلفاء میں ہی دوسرے قول (کہ اس میں یزید پلید شامل نہیں) کو بھی ذکر کیا ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲)

پھر امام سیوطی رحمہ اللہ نے اس کتاب میں یزید پر اللہ کی لعنت کی ہے۔ اور اسے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے۔ اسی کتاب میں امام سیوطی رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ یزید پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے پھر امام سیوطی رحمہ اللہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا ایک شخص کو یزید کو امیر المؤمنین کہنے والے کو بیس کوڑے مارنا لکھا ہے۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۹)

ملا علی قاری نے بھی اسی محولہ کتاب میں لکھا ہے کہ کہا گیا کہ وہ یقیناً کافر ہے۔ اس (یزید پلید) کے بارے ایسی روایات موجود ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً شراب کو حلال سمجھنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے رفقاء کی شہادت کے بعد اس کا یہ کہنا کہ میں نے ان سے بدر کا بدلہ لے لیا جو اس کے بڑوں نے ہمارے بڑوں سے کیا تھا۔ اسی قسم کی اور بہت سی کفریہ باتیں اسی سے منقول ہیں شاید امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے یزید پلید کو کافر کہنے کی وجہ یہی ہو کہ امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی کفریہ باتوں کی تصدیق ہو چکی تھی۔ جو اسے کافر قرار دیا ہے۔ (شرح فدا کبر صفحہ ۷۳)

سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ نے فتاویٰ رضویہ اور عرفان شریعت میں اس کو یزید پلید کہہ کر تفصیل کے ساتھ اس مردود کا رد بلیغ کیا ہے۔ اہل سنت کی شرح

عقائد سے لے کر تمام علماء اُمت کی کتب میں اس یزید پلید کو مردود و جہنمی ملعون قرار دیا گیا ہے اور اگر کسی نے تکفیر سے کفر لسان بھی کیا ہے تو اس خبیث کے فسق و فجور میں تو کسی کو کلام ہی نہیں ہے۔ ہمارے علماء میں سے کوئی ایک بھی اس خبیث کے فضائل و مناقب کا جو دستاویز کا کوئی قائل نہیں ہے۔ تو معترض کا اسے اہل سنت کا امام بتلانا نازی بکواس ہے۔ یزید پلید اہل سنت کا امام نہیں بلکہ خود شیعوں کا امام ہے۔ چند ایک کتب شیعہ سے حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں یزید نے قتل حسین رضی اللہ عنہ پر خوشی کی بجائے ماتم کیا۔ (مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۳۹) یزید اہل بیت کا نمکسار اور قاتل حسین رضی اللہ عنہ کو ملعون کہتا تھا۔

(ارشاد مفید صفحہ ۷-۲۲۶، جلاء العیون صفحہ ۶۲۲، اعلام الورع صفحہ ۱۳۹)

یزید نے اہل بیت کو زیورات اور قیمتی لباس کے تحفے دیئے۔ (مقتل ابی مخنف صفحہ ۱۹۴) یزید امام زین العابدین اور ان کے بھائی عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے ساتھ اکٹھا کھانے پر مدعو کرتا تھا۔ (اخبار الطوال صفحہ ۲۶۱)

یزید امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بغیر نہ صبح کا نہ شام کا کھانا کھاتا۔ (بحار الانوار ۴/۲۵۵) امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی طرف سے بھیجا گیا دولاکھ مثقال سونا قبول کر لیا۔ (حلیۃ ۱۱۱، مدار ۲/۳۱)

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے یزید کی بیعت کر لی اور خود کو مجبور غلام کہا۔

(کتاب الردفہ ۸/۲۳۵، جلاء العیون صفحہ ۶۷۸)

اب معترض بتلائے کہ یزید کس کا امام ہے۔ اہل سنت کے ہاں جو اس حدیث کے مصداق بارہ خلفاء ہیں وہ یہ ہیں سیدنا صدیق اکبر سیدنا فاروق اعظم سیدنا عثمان غنی سیدنا علی المرتضیٰ امام حسن مجتبیٰ، حضرت امیر معاویہ حضرت عبداللہ بن زبیر، عبدالملک، ولید، سلیمان، حضرت عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک رضی اللہ عنہم اور جس روایت ہے آخر میں معترض نے استدلال کیا ہے۔

اولاً تو معترض یہ روایت اسی متن کے ساتھ بسند صحیح پیش کرے پھر جواب لے۔

ثانیاً کہ اگر برحق امام ہے تو اس کی خلافت و بیعت سے کلی طور پر انکار نہ ہو مجتہد اگر جزوی اختلاف کر لے تو کوئی حرج نہیں۔ معرفت کے منافی نہیں ہے اور پھر امام کا اطلاق تو قرآن مجید میں اس قرآن پاک پر بھی آیا ہے سرکار علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و بیعت سے کلی طور پر انکار کس کو تھا یہ تو معترض کی غلط بحث ہے۔ جزوی طور پر اختلاف کرنے والے اس بیعت و معرفت میں شامل ہیں۔ پھر معترض کا اس حدیث کا حوالہ منصب امامت کا حوالہ دینا اس کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اس لیے کہ منصب امامت کون سی حدیث کی کتاب ہے۔ وہ تو ایک وہابی ضبیث کی کتاب ہے۔ آخر میں ہم بطور تنبیہ بتلانا چاہتے ہیں بارہ اماموں کی ولایت میں اہل سنت کو کوئی شک نہیں ہے۔ بلکہ وہ حقیقت میں اہل سنت کے امام ہیں۔ شیعہ کا ان سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ صرف ماننے میں ہم شیعہ کی طرح خود ساختہ شرائط سے ہرگز نہیں مانتے۔ ہاں ان کی ولایت تو اہل سنت کے ہاں مسلمہ ہے۔

22- مذہب حق اہل سنت میں شریعت مصطفیٰ ﷺ میں کسی شخص کو تنسیخ و تبدیلی کرنے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔ مگر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف مذکورہ بالا امور کے ایجاد بدعت ہونے کا الزام شیعہ معترض کی خباثت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اتنے واضح امور جو کتب حدیث میں مذکور ہیں سے انکار اس کی جہالت کو بھی واضح کر رہی ہے۔

نماز فجر کی اذان میں جی علی الفلاح کے بعد الصلوٰۃ خیر من النوم کہنے کا خود رسول اکرم ﷺ کا حکم مبارک ہے۔ حضرت ابو محمد زورہ رضی اللہ عنہ کو رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قل بعد جی علی الفلاح الصلوٰۃ خیر من النوم جی علی الفلاح کے بعد (اذان میں) الصلوٰۃ خیر من النوم کہو۔ (ابوداؤد ۷۳/۷۳، نسائی ۷۷۵/۷۷۵، موارد الطمنان صفحہ ۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں اذان فجر میں جی علی الفلاح کے بعد دومرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جاتا تھا۔ (طحاوی ۸۲/۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سنت میں سے یہ ہے کہ اذان فجر میں جی علی الفلاح کے بعد دومرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہا جائے۔ (طحاوی ۸۲/۱)

معلوم ہوا، اس کی ایجاد کا الزام سرکار عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر غلط ہے۔ اور یہ خود کتب شیعہ سے بھی ثابت ہے۔ امام باقر فرماتے ہیں کہ میرے والد گرامی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ (اذان فجر میں) اپنے گھر میں الصلوٰۃ خیر من النوم کہا کرتے تھے۔ میں بھی اسے کہہ لوں تو کوئی حرج نہیں۔ (تہذیب ۱۱/۲، ۶۳، وسائل الشیعہ ۲/۶۵۱)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے مؤذن سے فرمایا کہ اذان فجر میں حی علی الفلاح کے بعد بطور تہیہ الصلوٰۃ خیر من النوم پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

(من لا یحضرہ الفقیہ ۱/۱۸۸، وسائل الشیعہ ۲/۶۳۵)

کتب حدیث میں اس کے سینکڑوں حوالے موجود ہیں ہمیں اختصار مانع ہے نماز تراویح بھی خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہ رمضان المبارک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک الگ جگہ نماز (تراویح) کے لیے بنا دی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں اس میں نماز پڑھی۔ صحابہ کرام نے اس (نماز تراویح) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی۔ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ لوگوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز (تراویح) ادا کی ہے۔ دو یا تین راتیں عمل ہوا اس کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں بیٹھ رہے (گھر میں نماز تراویح ادا فرماتے رہے) اور باہر نہ نکلے۔ جب صبح ہوئی تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی وجہ دریافت کی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوف ہوا، (کہ میری اس نماز تراویح پر دعا موت پیشگی) سے تم پر فرض نہ ہو جائے۔ (بخاری ۱/۱۰۱)

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے لیے اس قیام (تراویح) کو تمہارے لیے سنت مقرر فرما دیا ہے۔ (نسائی ۱/۲۳۹، ابن ماجہ صفحہ ۹۵، کنز العمال ۳/۲۹۶)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس تراویح ادا فرماتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۲۸۵، آثار السنن ۲/۵۶، مجمع الزوائد ۴/۱۷۷، التلخیص للکبیر للطبرانی ۱۱/۳۹۳، سنن کبیری

للیم بحقی ۲/۳۹۶، کشف الغم ۲/۱۱۶، الوقاء صفحہ ۵۶، حاشیہ موطا امام محمد صفحہ ۳۱، مسند عبد بن حمید صفحہ ۲۱۸)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔ (تاریخ جرجان صفحہ ۲۷۵)
 معلوم ہوا کہ نفس تراویح کا ثبوت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے باجماعت کا موجود ہے۔
 مگر فرضیت کے خوف کی وجہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر باجماعت نماز تراویح پر پیشگی نہ
 فرمائی۔ مگر جب عہد صحابہ میں یہ اندیشہ نہ رہا تو سرکار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام کے
 اتفاق اور موجودگی میں اس سنت باجماعت تراویح کو الترتیباً زندہ فرمایا اور اس پر تمام صحابہ
 کرام کا اتفاق موجود ہے، جس کے بے شمار دلائل موجود ہیں کسی صحابی نے بھی سرکار عمر رضی اللہ عنہ
 کے اس فعل و قول پر تکفیر و تفتیق نہ کی۔ بلکہ تائید و تحسین فرمائی، سرکار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ارشاد
 فرماتے ہیں کہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کو روشن کرے۔ انہوں نے جیسے ساری مساجد کو روشن
 کر دیا۔ (شرح نوح البلاغ ابن ابی حدید ۹۸/۳)

اور خود کتب شیعہ میں رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد ۲۰ رکعت نماز (تراویح)
 پڑھنے کا حکم ہے۔ ائمہ کی طرف سے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رمضان المبارک میں نماز عشاء
 کے بعد تراویح پڑھنا ثابت ہے۔ (فروع کافی ۲/۳۹۹)
 اور ائمہ اہل بیت بھی اس کی ادائیگی کرتے رہے۔

(الاستبصار ۲/۲۳۱-۲۳۲ من لا یحضرہ فقیہ ۲/۹۸-۸۸)
 معلوم ہوا کہ تراویح پڑھنے کو سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے گھڑا نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت خود کتب
 شیعہ و سنی سے ائمہ اہل بیت تک موجود ہے۔ سرکار عمر رضی اللہ عنہ پر اس کی ایجاد کرنے کا الزام
 باطل و مردود ہے۔

چار تکبیرات جنازہ بھی سرکار عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد نہیں ہے۔ بلکہ یہ بھی سرکار دو عالم رسول
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود ثابت ہے۔ حضرت نجاشی کا جنازہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیرات کے
 ساتھ پڑھایا۔ (بخاری ۱۷۷۱)

اس پر بے شمار احادیث موجود ہیں مذکورہ حدیث خود شیعہ کی کتاب ناخ التواریخ میں
 بھی موجود ہے۔ حضرت نجاشی کی نماز جنازہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیروں کے ساتھ پڑھائی

اس کے مزید حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(بخاری ۱/۱۷۸، مسلم ۳۰۹/۱، ترمذی ۱۹۸/۱، سنن نسائی ۱/۲۱۷، سنن ابن ماجہ صفحہ ۶۱۱، سنن ابوداؤد ۲/۱۰۱، مشکوٰۃ

المصابیح صفحہ ۱۴۲، سنن کبریٰ للبیہقی ۲/۳۵، مسند امام احمد ۲/۲۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۳/۱۸۲، صحیح ابن حبان ۶/۳۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں آخری نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں چار تکبیریں کہیں امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز میں چار تکبیریں کہیں۔ (سنن دارقطنی ۲/۲۷۷، مستدرک ۱/۲۸۶)

معلوم ہوا، کہ مقترض نے اپنی جہالت کی وجہ سے اس فعل نبوی کی ایجاد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذمے لگا دی متعہ کی حرمت بھی سرکار عمر رضی اللہ عنہ نے نہ کی بلکہ اس کی ممانعت و حرمت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحت کے ساتھ فرمائی ہے۔ خود سرکار علی رضی اللہ عنہ راوی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے دن متعہ اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع فرمادیا۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۲۷۲)

انہی الفاظ سے سرکار علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ ممانعت متعہ والی روایت بیان کی۔ (بخاری ۲/۷۶۷)

متعہ کی ممانعت و حرمت پر بھی کثیر روایات مرفوع موقوف کتب حدیث میں منقول ہیں مگر اختصار مانع ہونے کی وجہ سے ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں خود کتب شیعہ میں بھی سرکار علی کی روایت ہے۔ فرماتے ہیں سرکار علی رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھریلو گدھے اور عقد متعہ سے منع فرمایا۔ (الاختصار ۲/۱۳۲)

باقی رہا طلاق ثلاثہ بیک وقت کو طلاق ثلاثہ ہی قرار دینا تو یہ بھی سرکار عمر رضی اللہ عنہ کی ایجاد نہیں بلکہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب انور ہے۔ حضرت عویم رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں جدائی کر دی اور ان کو نافذ کر دیا۔ (بخاری ۲/۹۱، ابوداؤد ۱/۳۰۶)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دے دی ہے۔ فرمایا رجوع کر لے میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیتا، تو پھر بھی رجوع و حلت ہو سکتی تھی فرمایا نہیں پھر جدائی ہی ہے۔ (مسلم ۶/۱، سنن دارقطنی ۳/۳۳۱، سنن کبیری للبیہقی ۷/۳۳۲، مجمع الزوائد ۴/۳۳۶، نصب الرایۃ ۳/۲۲)

حضرت فاطمہ بنت قیس کو ان کے شوہر حفص بن مغیرہ نے تین طلاقیں دے دیں۔ تو رسول اکرم ﷺ نے ان کو جائز و نافذ کر دیا۔ (ابن ماجہ)

سرکار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲/۱، مصنف عبد الرزاق ۶/۳۳۶)

سرکار ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی فتویٰ ہے۔ (ابوداؤد ۱/۲۲۹، سنن کبیری بیہقی ۷/۳۳۷)

پوری امت کا اجماع سمیت تمام صحابہ کرام کے اور ائمہ اربعہ فقہاء کرام اس پر ہے اور اس پر بے شمار احادیث نقل کی جاسکتی ہیں۔

معلوم ہوا کہ سرکار عمر رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے معترض کا ان کو بدعات کا موجد قرار دینا نری خباثت اور دھوکہ دہی ہے۔ وگرنہ علمی دنیا میں معترض کی جہالت ہم نے ہر طرح واضح کر دی ہے۔ بلکہ ہم نے کتب شیعہ سے بھی اہل سنت کے مذہب کا حق ہونا واضح کر دیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

محمد کاشف اقبال مدنی رضوی غفرلہ الاحد

جامعہ غوثیہ رضویہ مظہر اسلام سندری ضلع فیصل آباد

۹ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ

بخد مت علامہ محمد کاشف اقبال مدنی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بعد آداب و نیاز دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محبوب خدا کا صدقہ آپ کو علم و عرفان میں عروج بخشے اور مخلوق خدا آپ کے علم سے مستفیض ہوتی رہے۔ آمین!

ہمیں ایک منظم گروہ کے ساتھ مجادلہ کی صورت پیش آ چکی ہے۔ ہمیں چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر آپ اس مسئلہ میں سچے ہیں اور حق پر ہیں تو ہمارے سوالات کے تحریری جوابات پیش کریں اور اگر جوابات پیش نہیں کر سکتے تو پھر ہم جو حق بات کہتے ہیں اس کو تسلیم کر لیں۔

ہم نے اپنے مقامی علماء سے فردا فردا رابطہ کیا اور ان کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ مگر تحریری جوابات سے سب نے گریز کیا۔ اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے اسے مت چھیڑو۔ میں نے جواباً عرض کیا کہ اختلاف اپنی جگہ ہے لیکن حق تو ایک ہی جانب ہوگا۔ اختلاف کی صورت میں دونوں فریق تو حق پر نہیں ہو سکتے۔ حق تو ایک کے ساتھ ہے۔ لہذا ہمیں حق کا راستہ تلاش کرنا چاہیے۔ ہمارے مقامی علماء نے ہمیں تذبذب میں ڈال دیا ہے یا تو ہم لکیر کے فقیر ہو چکے ہیں، اندھی تقلید کے قائل ہو چکے ہیں یا باطل قوتوں کو جواب دینے کی ہمارے پاس علمی استعداد نہ ہے یا پھر ہم ضداور تعصب کا شکار ہو کر حق سے چشم پوشی کر رہے ہیں اور حق کو قبول کرنے کے جذبہ ایمانی سے محروم ہو چکے ہیں۔ اس صورت حال میں ہم ذیاب فی ثیاب کا نقشہ پیش کر رہے ہیں۔

آپ سے خدا مصطفیٰ ﷺ کا واسطہ دے کر اپیل کرتا ہوں کہ خدا را ہماری راہنمائی فرما دیں۔ ہمیں ان سوالات کے جوابات سے آگاہ فرما دیں۔ تاکہ ہمیں اطمینان قلب نصیب ہو۔ ہمیں تذبذب کی کیفیت سے نکال کر یقین کی منزل پر لائیے۔ خدا نخواستہ اگر آپ نے

بھی خاموشی اختیار کی، حق کو چھپایا اور ہماری راہنمائی نہ فرمائی تو روزِ قیامت آپ جواب دہ ہوں گے۔ خدا کی بارگاہ میں کیا منہ دکھاؤ گے۔ علمائے ربانی کی یہ شان نہیں کہ وہ حق کو چھپائیں۔ حق کو چھپانا تو سب سے بڑا ظلم و تعدی ہے۔
سوالنامہ اور واپسی لفافہ ارسالِ خدمت ہے۔

والسلام!

دعا گو:

حافظ فلک شیر

خطیب جامع مسجد فاروقِ اعظم

شاہین کالونی، سرگودھا

تفتن اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM

مخالفین کے سوالات

محض خدا و مصطفیٰ ﷺ کی رضا و خوشنودی، اہل اسلام کی راہنمائی و حق و ہدایت پر استقامت کیلئے اور قوانین و تعزیرات خداوندی سے بغاوت و خروج و اندھی تقلید کے گمراہ کن اثرات سے بچانے اور حق و باطل میں امتیاز رکھنے کی خاطر تعصب و ضد سے بالاتر ہو کر قرآن و سنت اور تاریخی حقائق کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات سے مستفید فرما کر عند اللہ ماجور ہوں:

- 1- فرمان خدا ہے: ایک مومن کو عداوت کرنے والا دائمی جہنمی ہے۔ اس پر اللہ کا غضب و لعنت ہے اور اس کیلئے بہت بڑا عذاب تیار ہے۔ تو جس نے خلیفہ راشد سے بغاوت کر کے بے شمار صحابہ کا قتل عام کرایا وہ کس قدر اللہ کے غضب و لعنت کا مستحق ہوگا۔ وہ آپ کے علم و اعتقاد میں جنتی ہے یا جہنمی؟
- 2- قرآن و سنت کی رو سے صحابی و باغی کی تعریف و جزا کیا ہے؟ کیا صحابی اور باغی کو ایک ہی زمرہ میں شمار کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟
- 3- احادیث متواترہ کا ماننا مثل قرآن ضروری ہے۔ ایسی متواتر حدیث کے خلاف اعتقاد و عمل ہدایت ہے یا گمراہی؟
- 4- اجتہاد کی تعریف۔ اجتہاد کب روا ہے۔ اجتہاد بالقلم یا بالسیف ہے۔ وہ کیا شرائط ہیں جن کا مجتہد میں پایا جانا ضروری ہے جس سے وہ درجہ اجتہاد کو پہنچتا ہے اور مجتہد کو اپنی صریح خطا کا علم و یقین ہونے پر رجوع کرنا ضروری ہے یا نہیں؟
- 5- نبی پاک ﷺ کو بالواسطہ یا بلاواسطہ گالیاں دینے والا، تنقیص و توہین کرنے والا، بغض و عداوت رکھنے والا، نافرمانی کرنے والا مومن ہے یا منافق و مرتد؟

6- ایک خلیفہ راشد کی اطاعت فرض ہے۔ فرض کا منکر و مخالف مومن ہے یا کافر؟

7- ایک صاحب ایمان تمام ارکان و فرائض اسلام و حج و ضروریات دین و ایمان پر پختہ

یقین و ایمان رکھتا ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کے اہل بیت اطہار، خلفائے

راشدین، صحابہ کرام، اولیائے امت کا ادب و عشق رکھنے والا پیر و کار ہے۔ امیر عامہ

معاویہ کو باغی جاننے سے کیا اس کا ایمان کامل نہیں؟ اگر آپ کے اعتقاد و ایمان و علم

میں تکمیل ایمان کا دار و مدار معاویہ کے ماننے پر ہی ہے تو قرآن و سنت میں اس کے

جواز میں کیا دلائل ہیں؟

8- ان الله حرم الجنة على من ظلم اهل بيتي او قاتلهم او اعلن عليهم او سبهم۔

”بے شک اللہ نے حرام کر دیا جنت کو اس شخص پر جس نے میرے اہل بیت پر ظلم

کیا یا ان سے جنگ کی یا ان سے جنگ کرنے میں اعانت و مدد کی یا ان کو گالی

دی۔“

یہ سب کام معاویہ نے کیے۔ اس حدیث کی رو سے معاویہ کے جہنمی ہونے میں قطعاً

شک نہ رہا لیکن حواری ملاں اپنے مفروضوں کے بل بوتے پر معاویہ کو گھسیٹ گھسیٹ کر

جنت لے جانے کی کوشش میں کامیاب ہو سکے گا یا خود اس کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنے گا؟

9- من عادى لي ولياً فقد آذنته بالحرب ”جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس

سے اعلان جنگ ہے“ تو جس نے عمر بھر امام الاولیاء سے جنگ و جدل کا سلسلہ جاری

رکھا اور خطبہ جمعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ سے محبت کرنے والوں پر لعن طعن کرتا اور

کراتا رہا اس کے خلاف اللہ تعالیٰ کے اعلان جنگ کی شدت کا کیا عالم ہو گا ایسے شخص پر

اللہ کا غضب ہے یا رحمت؟

10- ”مومن ہی علی سے محبت کرے گا اور منافق ہی علی سے بغض رکھے گا۔“

معاویہ کا زندگی بھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ و جدل کرنا اور ان پر لعن طعن کرنا اور

کراتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کی علامت ہے یا بغض کی؟ اس حدیث اور کردار معاویہ کی

روشنی میں معاویہ مومن ہے یا منافق؟

11- ملت اسلامیہ کے تمام اہل حق کا یزید کے لعنتی و جہنمی ہونے پر اجماع ہے۔ جبکہ یزید اول (امیر عامہ معاویہ) جو یزیدیت کا بانی اور اسے تقویت دینے والا انتشار ملت کو پروان چڑھا کر اتحاد ملت کو تباہ کرنے والا تحریف دین اور ملوکیت کی بناء قائم کرنے والا قاتل آل و اصحاب باغی کا کردار یزید کے کرتوت سے بڑھ کر بدتر ایمان سوز اور دین کش ہے۔ بایں ہمہ ضدی و متعصب ملاں و صوفی یزید اول (معاویہ) کی حمایت پر مصر ہے۔ کیا یزید اول (معاویہ) اور یزید ثانی کے کردار و کرتوت میں مماثلت نہیں ہے؟

12- ولا تلبسوا الحق بالباطل و تکتبوا الحق و انتم تعلمون۔
”اور حق کو باطل کے ساتھ مت ملاؤ۔ اور تم حق کو چھپاتے ہو اور تم جانتے بھی ہو۔“

تو کیا ایک باغی دین و ملت کو صحابہ میں ملانا اس آیت کا انکار اور صحابہ کی توہین نہیں؟
اور کیا قرآن کی ایک آیت کا انکار کفر نہیں؟

منجانب:

انجمن دفاع ناموس اصحاب مصطفیٰ، پاکستان

WWW.NAFSEISLAM.COM

۷۸۶
۹۲

جوابات

محبی و مخلصی حافظ فلک شیر صاحب

سلام مسنون!

خیریت موجود خیریت نیک مطلوب

آمد بر سر مطلب۔ کچھ دن قبل آپ کا خط ملا تھا۔ مگر بعض مصروفیات کی بناء پر آپ کے مکتوب کی طرف توجہ نہ ہو سکی۔ آپ نے اس میں واپسی لفافہ کا لکھا تھا۔ آپ کے خط کے لفافہ میں واپسی لفافہ نہ تھا۔ بہر حال اب چند معروضات حاضر خدمت ہیں ان کے جواب میں وصولی پر مطلع فرمائیں! تاکید ہے۔

۱۔ آپ نے جس منظم گروہ کا ذکر کیا ہے اس کا نام اور اس کے ذمہ داران کے نام لکھنے سے کیوں گریز کیا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ اولاً ان کے نام سے ہمیں مطلع کیا جائے تاکہ پتہ چلے کہ یہ کون لوگ ہیں۔

۲۔ آپ کس گروہ سے متعلق ہیں اور آپ کی بیعت وغیرہ کہاں ہے۔ سرگودھا میں فقیر دو دن قبل حاضر ہوا مگر آپ کا متعدد حضرات سے پوچھنے کے باوجود کیوں اتنے پتہ نہ چلا۔ آپ کے ہاں فقیر کے احباب میں مولانا محمد شاہد رضوی صاحب ہیں۔

۳۔ آپ نے جن علماء سے رابطہ کیا ان کے نام تحریر کریں تاکہ فقیر کو علم ہو کون سے ایسے حضرات ہیں جو دین و مسلک کے نام کا کھا کر نمک حرامی کر رہے ہیں۔

۴۔ اب آپ کے سوالات کے مختصر اجمالی جوابات لکھ رہا ہوں۔ آپ کے دوبارہ رابطہ

کرنے پر اس کی تفصیلی تردید بھی کر دوں گا۔ انشاء اللہ المولیٰ! جواب صرف اس لیے لکھ رہا ہوں تاکہ حق کے متلاشی حضرات تذبذب سے ہٹ کر یقین اور دین اسلام کی وابستگی میں ہی بقا تصور کریں۔ بنیادی طور پر یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ جس خبیث النفس نے مذکورہ سوالات تحریر کیے ہیں وہ صرف جاہل ہی نہیں اجہل ہے۔ وہ تو دین کے اصول اور بنیادی اصطلاحات سے ہی جاہل ہے نہ اسے اصول فقہ و حدیث کی ہوا لگی ہے نہ کچھ اور۔

امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی ہیں جن کیلئے خوب محبوب دو عالم ﷺ نے دعائے رحمت فرمائی۔ اے اللہ معاویہ کو ہادی بنا، ہدایت یافتہ بنا اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی ہدایت عطا فرما۔

اللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مُّهْدِيًا وَاهِدًا وَ اُهْدَ بِهِ۔

(اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ روایت دیکھئے: جامع ترمذی ۲/۲۲۲، مشکوٰۃ الصالح صفحہ ۵۷۹، تاریخ کبیر للبخاری ۲/۲۳۰، تاریخ اسلام للذہبی ۲/۳۱۹، تلخیص البیان صفحہ ۱۱-۱۲، المعجم الاوسط ۱/۳۸۰، حلیۃ الاولیاء ۸/۳۵۸، طبقات الکبریٰ لابن سعد ۷/۱۳۶، البدایہ والنہایہ ۸/۱۲۱، تاریخ بغداد ۱/۲۰۸، موارد الطمان صفحہ ۵۶۶، اخبار اصفہان ۱/۱۸۰، الاصابہ ۲/۳۰۷، تہذیب الاسماء واللفاظ ۲/۳۰۷، سدا الفاظ ۲/۳۸۶، فضائل صحابہ الامام احمد ۲/۹۳)

حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ امیر معاویہ حضور سید عالم ﷺ کے پیچھے سواری پر بیٹھے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے معاویہ تیرے جسم کا کون سا حصہ میرے زیادہ قریب ہے۔ عرض کیا: میرا بطن۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اسے علم اور حلم سے بھر دے۔ (تاریخ کبیر ۲/۱۸۰، تاریخ اسلام للذہبی ۲/۳۱۹)

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

اللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔

”اے اللہ! معاویہ کو کتاب اور حساب کا علم عطا فرما اور اسے عذاب سے بچائے۔“

(فضائل صحابہ الامام احمد ۲/۹۳، صحیح ابن حبان ۱۰/۱۰۷، موارد الطمان صفحہ ۵۶۶، تاریخ اسلام ۲/۳۱۸، کنز العمال ۸۸/۷، مجمع الزوائد ۹/۳۵۶، الاصابہ ۲/۳۸۶، مسند امام احمد ۳/۱۱۶۲، الاستیعاب ۳/۳۸۱، کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/۳۳۵)

الہدایہ والنہایہ ۱۲۰/۸، انساب الاشراف ۲/۱۰۷

یہ بھی دعا فرمائی کہ اے اللہ! معاویہ کو کتاب کا علم عطا فرما اور اسے شہروں پر فتح عطا فرما اور عذاب سے بچالے۔ (شرح صفحہ ۳/۱۱۷، الہدایہ والنہایہ ۱۲۱/۸، مجمع الزوائد ۹/۳۵۶)

مزید ارشاد فرمایا کہ میری امت میں سب سے حلیم اور جواد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں میرے راز کا محافظ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے جس نے ان سے محبت کی اس نے نجات پائی جس نے ان سے بغض رکھا وہ ہلاک ہوا۔ (تطہیر الجنان صفحہ ۱۲)

مزید فرمایا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں۔

(تطہیر الجنان صفحہ ۱۲)

جبریل امین نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: معاویہ رضی اللہ عنہ سے خیر خواہی کیجئے۔ کیونکہ وہ اللہ کی کتاب پر امین ہیں اور کیا ہی اچھے امین ہیں۔

(مجمع الزوائد ۹/۳۵۶، الہدایہ والنہایہ ۱۲۱/۸، تطہیر الجنان صفحہ ۱۳)

حضور ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلاؤ۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے معاملات ان پر پیش کرو اور ان کو اپنے معاملات پر گواہ بناؤ اس لیے کہ یہ قوی اور امین ہیں۔

(الہدایہ والنہایہ ۱۲۱/۸)

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم الامو منین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے۔ تو ان کے کان میں قلم لگا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ قلم کیسا ہے۔ عرض کیا یہ اللہ اور اس کے رسول کیلئے تیار کیا ہے (کتابت کیلئے)۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تمہیں بہترین جزا دے۔ خدا کی قسم! میں نے تمہیں لکھنا صرف اسی لیے سکھایا کہ تو اللہ کی وحی لکھے۔ میں بھی کوئی کام وحی کے بغیر نہیں کرتا، اے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر تجھے خلافت کی قمیض پہنائی جائے تو کیا خیال ہے اور خلافت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگی، لیکن اس میں پریشانیاں ہوں گی، تو ام المو منین

نے عرض کیا تو پھر ان کے لیے دعا فرمائی آپ ﷺ نے دعا فرمائی: اے اللہ! معاویہ کو ہدایت عطا فرما۔ (پریشانیوں) بد خلقی سے دور رکھ دینا و آخرت میں اس کی مغفرت فرما۔ (البدایہ والنہایہ ۱۳۰/۸)

لہذا اشتہار کے اندر مذکور سوالات کرنے والا قرآن و حدیث سے جا مل رہا ہے اور معاند ہے۔ سوال نمبر ۱ میں آیت قرآنی کا مصداق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار دینے والا قرآن و حدیث پر بہتان لگاتا ہے۔ پوری امت مسلمہ خود سرور کائنات ﷺ، جلیل القدر صحابہ کرام، خود سیدنا علی المرتضیٰ اور سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم تو اس آیت قرآنی کا مصداق حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قرار نہیں دیتے۔ ہم پوچھتے ہیں ارے خبیث النفس تم یہ بتاؤ کہ اگر نعوذ باللہ اس آیت کا مصداق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دے کر اور ان سے صلح کر کے سیدنا امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا کیا یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایک جہنمی سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صلح کی۔ ایک جہنمی کی بیعت حضرات حسنین کریمین نے کی۔ نعوذ باللہ تمہارے اس خبیث استدلال سے تو مولا علی اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم بھی محفوظ نہیں رہتے۔ اور پھر کیا کافر و جہنمی کیلئے حضور ﷺ دعائیں کرتے رہے۔ نعوذ باللہ۔ حالانکہ امت اس پر متفق ہے کہ حضور ﷺ کی دعائے رحمت یقیناً مستجاب ہے۔ ان مقتولین کے قتل کے ذمہ دار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ قاتلین سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آنا اجتہادی غلطی ہے اس کو ایمان و کفر کی لڑائی سمجھنا بے وقوفی اور جہالت ہے۔ خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا فیصلہ فرمایا کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اور میرا رب ایک نبی ایک اسلام کی دعوت ایک ہم ان سے اللہ پر ایمان اور نبی کی تصدیق میں کمی و زیادتی کا دعویٰ ہرگز نہیں کرتے نہ ہی وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ ہمارا اختلاف خون عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں ہے حالانکہ ہم اس سے بری ہیں۔ (نہج البلاغہ ۱۱۴/۲)

مزید ارشاد فرمایا کہ ان (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کی طرف کفر کی نسبت نہ کرو اور ان کے

لیے کلمات خیر ہی ادا کرو اس لیے کہ ہم نے گمان کیا کہ انہوں نے ہمارے ساتھ بغاوت کی۔ اور یہی خیال انہوں نے ہمارے بارے میں کیا۔ (تاریخ ابن عساکر/۱/۳۳۹)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ساتھیوں کے متعلق فرمایا کہ ان کی طرف شرک و کفر کی نسبت نہ کرو وہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے ساتھ بغاوت کی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۸/۷۰۷، سنن کبریٰ ۸/۱۷۲، قرطبی ۱۶/۲۲۳، یہی شیعہ کی قرب الانسا صفحہ ۳۵ پر ہے)

مزید ارشاد فرمایا کہ ہم ایک دوسرے کی تکفیر نہیں کرتے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے کو حق پر گمان کرتے ہیں اور ہم اپنے کو۔ (قرب الانسا صفحہ ۳۵)

مزید یہ کہ حضرت علی امیر معاویہ رضی اللہ عنہما اور ان کے احباب کے لیے کفر کا اطلاق درست نہیں جانتے بلکہ ان کو پکا مومن قرار دیتے ہیں۔

(ابن عساکر/۱/۳۴۰، المنشی للدار ہی صفحہ ۲۳۵)

اب معترض خبیث کو سوچنا چاہیے کہ اس عام اعتراض کا ذمہ وار اسی کے خبیث استدلال کی روشنی میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بنتے ہیں۔ اور پھر یہ کہ دونوں طرف کے مقتولین کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنتی قرار دے دیا تھا۔ (مجمع الزوائد ۵/۳۵۶)

اور پھر رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ کر دیا تھا کہ تم دونوں کی جنگ ہوگی۔ بعد میں اللہ کی رضا و معافی تمہارے شامل حال ہوگی۔ (تفسیر منثور/۳۲۲، برقاۃ ۴/۲۲۸)

اس لیے ثابت ہو گیا معترض کی جنگ خود رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں معترض کو علم ہونا چاہیے صحابی اُس خوش نصیب کو کہتے ہیں جو ظاہری طور پر رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت ایمان پر زیارت کرے اور اس پر اس کا وصال ہو۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے لے کر پوری امت مسلمہ کو مسلم ہے۔ جو اس کا انکار کرتا ہے یہ اُس کی خباثت ہے۔ دوسرا یہ کہ باغی صرف کافر کو نہیں کہتے بلکہ صرف زیادتی کرنے والے کو بھی باغی کہتے ہیں اور باغی کا ایک معنی طلب کرنے والا ہے اس اعتبار سے سیدنا امیر معاویہ

ﷺ باغی قصاص ہیں۔ اور یہ امر ان کی صحابیت کے ہرگز منافی نہیں۔ معترض نہ صرف قرآن و حدیث سے جاہل ہے بلکہ لغت سے بھی اجہل ہے۔ اس کو چاہیے کہ وہ کسی صحیح العقیدہ سنی عالم دین سے علم حاصل کرے پھر بات کرے۔ بے تکی ہانکتے جانے سے کیا ثابت ہوگا؟

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ متواتر حدیث کون سی ایسی ہے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منافی ہے پہلے تم متواتر حدیث کی تعریف کرو پھر اس کے بعد اپنی مستدل روایت کو پیش کرو پھر اس کا جواب لو۔

چوتھے سوال کے جواب میں گزارش ہے جس کے مجتہد ہونے کو صحابہ کرام کی تائید و تصدیق حاصل ہے۔ مثلاً سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ایک مسئلہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اصحاب انہ فقیہ۔ (بخاری ۵۳۱/۱، مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۲)

دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ اصحاب ای بنی لیس احد منا اعلم من معاویہ۔

(سنن کبریٰ ج ۱ صفحہ ۲۶/۳)

جن کے مجتہد ہونے کو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تائید حاصل ہے امام ذہبی کہتے ہیں کہ اس کی شہادت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دی ہے۔ (المعجم صفحہ ۳۸۸)

اب تم اپنی چکریں لگاؤ، تو معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا نام لے کر تم خباثت پھیلا رہے ہو، اجتہاد مسائل شرعی مستنبط کرنے کا نام ہی ہے اور جو دلائل شرعیہ سے اظہار استنباط اسے مجتہد کہتے ہیں ان چکروں میں لوگوں کو ڈال کر متذبذب کیوں کرتے ہو۔ سیدھی بات کیوں نہیں کرتے جن کا اجتہاد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مسلم ہے اس پر اعتراض کرتے ہوئے شرم کرو۔

پانچویں سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ لعنة الله على الكاذبين۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کب بالواسطہ یا بلا واسطہ حضور ﷺ کو گالیاں دی ہیں تمہاری شر پر خدا کی لعنت برس رہی ہے جو اتنے بڑے بہتان لگا رہے ہو اور وہ بھی ایک صحابی پر۔

چھٹے سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں ارے خبیث تمہیں تو اس بات کا بھی علم نہیں کہ

فرض کی کتنی اقسام ہیں۔ خلیفہ راشد کی اطاعت کون سا فرض ہے۔ تم اتنے جاہل ہو اور اعتراض کرتے ہو ایک صحابی رسول پر اور پھر تمہارے اس فتویٰ کفر سے تو حضرت علی اور امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہم بھی نہیں بچتے۔ بناؤ پھر انہوں نے امیر معاویہ سے صلح کیوں کی بیعت کیوں کی اور تمہارے بقول کافر کو مسلمان مان کر اس سے صلح کر کے بیعت کر کے یہ حضرات کس کھاتے میں گئے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور امام حسن رضی اللہ عنہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے ان کی اطاعت کرنا اور تم جیسے خبیث کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا کیا امام حسن رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد سے بغاوت نہیں ہے۔ تم بے حیائی کے اس درجہ کو پہنچ چکے ہو کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے بکواس بھرے دعووں سے معاف نہ کیا۔

ساتویں سوال کا جواب یہ ہے کہ ہزار دفعہ کوئی آدمی ضروریات دینی کا اقرار کرے اگر ایک بھی ضروریات دین میں سے انکار کرے گا وہ تو کافر ہے ایک قطعی کفر کے ہوتے ہوئے دوسرے اعتقادات یا اعمال کو نہیں دیکھا جاتا۔ اسی لیے جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی کا بے ادب گستاخ ہے وہ خبیث ہے قرآن مجید تو کلا وعد اللہ الحسنی تمام صحابہ کو نوید سنائے مگر خبیث مقرر اس میں فلاں فلاں کی تخصیص و استثناء کرے تو کیا اس پر تازہ وحی نازل ہوئی ہے۔ نعوذ باللہ اور پھر احادیث مبارکہ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل حضور ﷺ کا دعا فرمانا ان کے فضائل بیان کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اہل بیت اور ان سے لے کر تمام امت مسلمہ کا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت کو تسلیم کرنا کافی نہیں ہے؟ جو ان کی شان میں بکواس کرے اس نے ان قرآن و سنت کے نصوص کو ٹھکرایا ہے یا نہیں؟ ایسے خبیث کو ہم یقیناً خبیث ہی جانتے ہیں جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا گستاخ ہے۔

آٹھویں سوال کے جواب میں عرض یہ ہے کہ معترض خبیث کا اپنے گمان میں علم زیادہ ہے اور امام حسن، امام حسین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کا علم کم ہے کیا یہ روایت ان کے علم میں نہ تھی اور وہ جہنمی سے صلح و بیعت کرتے بقول معترض ملعون خبیث جہنمی ہو گئے۔ نعوذ باللہ،

ارے خبیث دیکھ تیرے بے غیرتی کے فتوے سے حضرت علی، امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم جہنمی ہو گئے۔ نعوذ باللہ۔ کروڑوں لعنتیں ہوں تیرے اس گندے عقیدہ پر اور یہ بھی بتایا تمام صحابہ کرام، تابعین، اولیاء، محدثین رضی اللہ عنہم بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت مان کر بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و تعریف کر کے ان کے لیے دعا نہیں کر کے کہاں پہنچے۔ نعوذ باللہ۔

دسویں سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں سیدنا امیر معاویہ کا حضرت علی کو گالی گلوچ اور لعن طعن بکواس اور جھوٹ فراڈ ہے اس لیے کہ یہ روایات جھوٹی اور کذاب راویوں کی ہیں لہذا احادیث کے مقابلہ میں ان تاریخی روایات کی کیا حیثیت ہے۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت و منقبت کے قائل تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے والے کو ہزاروں کے اعتبار سے انعام دیتے تھے۔ ان کے فضائل میں بہت سے بیان کرتے تھے۔ اس کی تصریح خود شیعہ کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ معترض کے طلب کرنے پر ہم پیش کر دیں گے ہم صرف اتنا پوچھنے کی بات کرتے ہیں من عادی لی ولینا اور منافق علی سے محبت نہ کرے وغیرہ ایسی جتنی روایات تھیں کیا یہ حضرت علی، امام حسن، امام حسین رضی اللہ عنہ کے علم میں نہ تھیں کیا انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی کہہ کر ان سے صلح کر کے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت کر کے ان احادیث کی مخالفت کی۔ تیرا برا ہواے معترض خبیث کہ تیرے ناپاک فتووں سے اہل بیت ہی نہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں بچتے۔

گیارہویں سوال کے جواب میں معترض خبیث اس قدر جاہل ہی نہیں اجہل ہے کہ اس کو اجماع کی تعریف بھی نہیں آتی۔ جس کو چاہا اجماع کہہ دیا جس کو چاہا جہنمی بنادیا۔ نعوذ باللہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یزید پلید سے کیا مناسبت ہے اور ان میں تو زمین آسمان کا فرق ہے اس فرق کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی تائید حاصل ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی انہوں نے بیعت کر لی مگر یزید سے بیعت کرنے کو گوارا نہ کیا۔ اپنا سب کچھ لٹا دیا۔ اس سے بڑھ کر کیا فرق ہوگا، یزید کو امیر معاویہ سے مماثلت بتلانا امام حسین رضی اللہ عنہ کی توہین قبیح ہے

اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو وصیت کی تھی کہ تم امام حسین رضی اللہ عنہ کے آل رسول ہونے کا ادب کرنا بیٹا یاد رکھنا، حسین رضی اللہ عنہ کا باپ تمہارے باپ حسین رضی اللہ عنہ کے نانا تیرے نانا سے ان کی والدہ تیری ماں سے کہیں بہتر ہے۔ (مقتل اہل بیت صفحہ ۸)

اور پھر اس کے بعد دعا کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے اس کی اہل بیت کے پیش نظر اس کو ولی عہد کہا ہے (یہ صحیح ہو) تو میری خواہش پوری فرما دے اور اگر ایسا نہیں تو اس یزید کو ولی عہد میں ناکام بنادے اور اس کی تکمیل نہ فرما۔ (الہدایہ والنہایہ ۸/۸۰)

ایک روایت میں موت کی بھی دعا ہے کہ اگر ایسا نہ ہو تو اس کو جلدی موت دے دے۔ (نہ اس صفحہ ۵۴)

اس سے بڑھ کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلوص اور للہیت کیا ہو سکتی ہے اور پھر یہ مردود معترض خبیث سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت و خلافت کے بارے میں بکواس کر رہا ہے حالانکہ اس کی یہ بکواس جو ہے اس کی زد سے امام حسن و حسین اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی محفوظ نہیں رہتے۔ خبیث معترض دیکھ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کو بُرا مت جانو، اور اگر تم نے ان کو گم پایا تو حنظل کی طرح لوگوں کے سر اُن کے جسموں سے اڑتے نظر آئیں گے۔ (الہدایہ والنہایہ ۱۳۱/۸)

بارہویں سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں سیدنا علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں جلیل القدر ہیں اگر یہ تمہیں اس آیت کے منافی نظر آتا ہے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی ماننا تمہیں آیت قرآن کا انکار نظر آتا ہے تو بتلاؤ۔ حضور ﷺ نے ان کی تعریفیں کی ان کے لیے دعائیں کیں صحابہ کرم ان کی مدح و تعریف کے قائل تھے ان کو مجتہد مانتے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کو اپنا بھائی قرار دیتے۔ ان کے بارے کوئی بے ادبی کا لفظ برداشت نہ کرتے تھے۔ ان سے صلح فرمائی۔ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے بیعت کی۔ بتلاؤ کہ حضور ﷺ نے بھی قرآن کا انکار کیا۔ صحابہ نے بھی قرآن کا انکار کیا۔ حضرت علی اور امام حسن و حسین رضی اللہ عنہم نے بھی قرآن کا انکار کیا۔ نعوذ باللہ۔ ارے خبیث! جہنمی ملعون تیرے

اس بے غیرتی کے فتوے سے تو اللہ کے حبیب ﷺ اہل بیت و صحابہ تابعین محدثین اولیاء سب کافر ہو گئے۔ تمہاری شر پر خدا کی لعنتیں ہوں اس پر پوری اُمت متفق ہے۔ امام بخاری سے پوچھا گیا تو فرمایا: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی نہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی پر طعن کی جرأت وہی کرے گا، جو بد باطن ہے۔ (الہدایہ النہایہ ۱۳۹/۸)

امام خفاجی امام مالک کا مذہب بتلاتے ہوئے فرماتے ہیں جو خلفائے راشدین اور امیر معاویہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم میں سے کسی کی بھی تکفیر کرے اس کو قتل کیا جائے گا۔ اس کی کوئی تاویل سننے کے لائق نہیں ہے اس لیے کہ اس خبیث کے اس قول (ملعون) سے رسول اللہ ﷺ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ (نیم الریاض ۵۶۵/۲)

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ عبدالحق محدث دہلوی امام غزالی سیدنا غوث اعظم الغرض تمامی محدثین اولیاء عظمت صحابہ کرام بشمول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہی قائل ہیں ان سب کے نزدیک صحابہ کرام کی دشمنی بد بختی ہے، خباثت ہے۔

سیدنا مجدد برحق امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ امام خفاجی سے ناقل ہیں جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرے وہ جہنمی کتوں میں سے کتا ہے۔ (۱۶۱ کا مثریت صفحہ ۱۳۲)

سیدنا امام احمد رضا نے چھ رسائل عظمت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تحریر فرمائے۔

نتیجہ کلام

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تب وحی اور حلیل القدر صحابی رسول ہیں۔ خود سرور کائنات ﷺ نے ان کیلئے دعائے رحمت متعدد بار فرمائی۔ تمام صحابہ کرام ان کی مدح و تعریف کے قائل تھے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے ان کی بیعت فرمائی۔ پوری اُمت مسلمہ کے محدثین اولیاء مشائخ کا بھی یہی عقیدہ ہے لہذا جو خبیث اس کے خلاف بکواس کرتا ہے وہ ان سب کا مخالف ہے۔ اہل سنت کا موقف یہی ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین اختلاف میں حق حضرت علی

المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے۔ مگر سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا کی بناء پر ان کو ملعون کہنا ہرگز جائز نہیں ہے۔ وہ خطا اجتہادی کے باوجود ماجور ہیں۔ بحکم حدیث کہ مجتہد کو خطا کے باوجود ایک اجر ملتا ہے۔ سیدنا امام احمد رضا نے کیا خوب فرمایا:

اہل سنت کا بیڑہ پار ہے اصحاب حضور
نجم ہے اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

محولہ اشتہار جنہوں نے بھی شائع کیا ہے وہ یقیناً خبیث اور بد باطن لوگ ہیں۔ عوام الناس کو اس سے بچنا لازم و واجب ہے اور دیگر لوگوں کو بھی اس فتنے سے باخبر کرنا ضروری ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے وسیلہ جلیلہ سے ہماری ان معروضات کو قبول فرمائے اور مذہب حق اہل سنت و جماعت پر استقامت اور اسی پر موت عطا فرمائے۔ آمین! (واللہ تعالیٰ اعلم)

فقیر نے احقاق حق اور ابطال باطل کے جذبہ کے تحت اختصار کے ساتھ سوالات کے جوابات لکھ دیے ہیں۔ میرے خیال میں اس کو کافی و شافی تصور فرمائیں گے۔ اگر مزید ضرورت ہوئی تو اس پر تفصیل سے بھی لکھا جائے گا۔ دوسری صورت میں فقیر سے بالمشافہ ملاقات میں اپنی تسلی کریں۔ فقیر حاضر ہے۔

والسلام!

محمد کاشف اقبال مدنی

سرپرست انجمن فکر و رضا پاکستان

نائب صدر انجمن فدا یان مصطفیٰ ضلع شیخوپورہ

مدرس جامعہ غوثیہ رضویہ مظہر اسلام سندری فیصل آباد

0300-4128993

جَالِبِ الْحَقِّ وَهَقِّ الْبَطْلَانِ الْبَطْلَانِ كَلْبُ الْخَوْنِ

حق آیا اور باطل مٹ گا بیشک باطل کو یوں ہی تھا
کڑا ایمان

وہابیہ کے بطلان کا انکشاف

مناظر اسلام ترجمان سائنسائے ہدایت

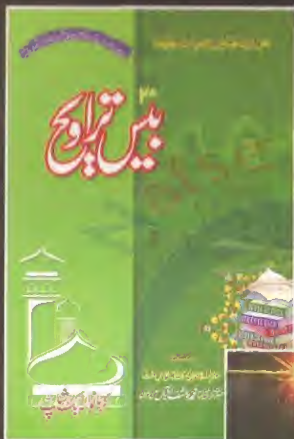
حضرت علامہ مولانا محمد کاشف اقبال مدنی رضوی

دوکان نمبر ۲
درہانہ مارکیٹ
لامور

کرمانوالہ بہک شاپ

Voice: 042-7249515





دکان نمبر ۲۔ دربار ماوکیٹ لاہور

Voice: +92 42 7249515

کراؤن البک شاپ